ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

2 ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ —— فروری 2005ء

مجلس احرار الاسلام عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے 75 سال

روشن خیال نظامِ تعلیم کی ایک جھلک

"اچھے مسلمانوں کی تلاش!"

اقبال دشمنی ...... تشنہ پہلو

مرزا قادیانی
دجل و تلبیس کا امام

اخبار الاحرار

نورِ ہدایت

القرآن

"خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اُن کو اُن کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے۔ شاید کہ وہ لوٹ آئیں ○ آپ فرما دیجیے کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جو لوگ (تم سے) پہلے ہوئے ہیں، اُن کا کیسا انجام ہوا ہے۔ اُن میں زیادہ تر مشرک ہی تھے۔"

(سورۃ الروم: ۴۱-۴۲)

الحدیث

"حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا مجھے ایسے عمل کی رہنمائی کریں کہ میں اس کو کروں اور جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی ایسی عبادت کر کہ اس میں کسی شئے کو شریک نہ کر، اور فرض نماز کو ادا کر اور زکوٰۃ ادا کر، اور رمضان کے روزے رکھ۔ اس نے کہا قسم ہے مجھے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! نہ میں اس پر کچھ زیادہ کروں گا اور نہ اس سے کچھ کم کروں گا۔ پس جب وہ اعرابی جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص پسند کرے اس بات کو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو اِس آدمی کو دیکھ لے۔"

(مشکوٰۃ۔ ص ۱۲ متفق علیہ)

الآثار

"ہماری زندگی ایک آئینہ خانہ ہے، یہاں ہر چہرے کا عکس بیک وقت سینکڑوں آئینوں میں پڑنے لگتا ہے۔ اگر ایک چہرے پر غبار آجائے گا تو سینکڑوں چہرے غبار آلودہ ہو جائیں گے۔ ہم میں سے ہر فرد کی زندگی محض ایک انفرادی واقعہ نہیں ہے، وہ پورے مجموع کا حادثہ ہے۔ دریا کی سطح پر ایک لہر تنہا اٹھتی ہے لیکن اسی ایک لہر سے بے شمار لہریں بنتی چلی جاتی ہیں۔ یہاں ہماری کوئی بات بھی صرف ہماری نہیں ہوتی، ہم جو کچھ اپنے لیے کرتے ہیں، اس میں بھی دوسروں کا حصہ ہوتا ہے۔ ہماری کوئی خوشی بھی ہمیں خوش نہیں کر سکے گی، اگر ہمارے چاروں طرف غمناک چہرے اکٹھے ہو جائیں گے۔ ہم خود خوش رہ کر دوسروں کو خوش کرتے ہیں اور دوسروں کو خوش دیکھ کر خود خوش ہونے لگتے ہیں۔"

("غبارِ خاطر" ۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 16۔شمارہ 02۔ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ فروری 2005ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بانی

سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ثانی

ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی

عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر

شیخ حبیب الرحمن بٹالوی

رفقاء قلم

چودھری ثناء اللہ بھٹہ، پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر

محمد الیاس میراں پوری

i4ilyas1@hotmail.com

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

زرتعاون سالانہ

اندرون ملک 150روپے

بیرون ملک 1000روپے

فی شمارہ 15روپے

ترسیل زر بنام نقیبِ ختمِ نبوت

اکاؤنٹ نمبر 1-5278

یو بی ایل چوک مہربان ملتان

رابطہ

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎ 061-4511961

تشکیل

دل کی بات:	فسادِ بحروبر...... اعمالِ بد کی سزا (اداریہ)	مدیر	2
دین ودانش:	درسِ قرآن	محمد احمد حافظ	4
//	درسِ حدیث	یحییٰ نعمانی	7
افکار:	تدبیر کی غلطی...... تقدیر سے تصادم	سید عطاء المحسن بخاریؒ	10
//	”اچھے مسلمانوں کی تلاش!“	ترجمہ: سید خورشید عالم	12
//	خیر کو شر، ظلمت کو ضیاء کہتے ہیں	سید یونس الحسنی	20
//	روشن خیال نظامِ تعلیم کی ایک جھلک	خالد مسعود خان	23
//	واناکے بعد بلوچستان آپریشن	پروفیسر خالد شبیر احمد	28
//	......اور اب بلوچستان!	سید یونس الحسنی	31
شاعری:	منقبت: سیدنا عثمان غنیؓ (سید ابوذر بخاریؒ	پروفیسر عابد صدیق)	33
	پھول (شیخ حبیب الرحمن بٹالوی)		
شخصیت:	مولانا ابوالکلام آزادؒ	شورش کاشمیریؒ	36
اقبالیات:	اقبال دشمنی...... تشنہ پہلو	محمد عمر فاروق	37
نقد ونظر:	جنرل اعظم خاں ظالم جنرل ایوب خاں کیوں نہیں؟	ضیاء الدین لاہوری	40
ردّ قادیانیت:	مرزا قادیانی...... دجل وتلبیس کا امام	مولانا محمد مغیرہ	43
طنز ومزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	عینک فریمی	46
روشنی:	ظلمت سے نور تک	ادارہ	47
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاک وہند کی سرگرمیاں	ادارہ	50
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	2
آخری صفحہ:		ساغر اقبالی	4

ای میل ایڈریس

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت شعبہ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

دل کی بات

فسادِ بحر و بر......اعمالِ بد کی سزا

امریکہ اور مغربی دنیا نے اسلام اور مسلمانوں کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے ایک منظّم منصوبہ بندی کے تحت روشن خیالی، اعتدال پسندی، آزادیٔ اظہار، تحمّل و برداشت اور بین المذاہب مکالمہ جیسی اصطلاحات کو عام کیا۔ ان اصطلاحات کو رائج کرنے میں اتنی شدت پیدا کی کہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو اس کے لیے وقف کر دیا۔ یہ الفاظ بظاہر کتنے خوش کن اور دلفریب ہیں لیکن ان کے پس منظر میں یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں سے حسد و بغض اور انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔ انہوں نے ان اصطلاحات کو نہایت کامیابی سے استعمال کیا اور مسلمانوں پر دوہرا وار کیا۔ ایک تو یہ کہ مسلم حکمرانوں کو اپنا ہم زبان و ہم نوا بنالیا اور دوسری طرف مزاحمت کرنے والے اہل دین و دانش کو شدت پسند، دہشت گرد، رجعت پسند اور غیر مہذب قرار دے کر انہیں بدنام کیا۔ ان کے خلاف نفرت کے الاؤ روشن کئے اور انہیں دنیا میں نفرت و حقارت کی علامت بنادیا۔ تحمّل و برداشت کی آڑ میں مغرب کے منصوبہ سازوں نے جو نتائج حاصل کئے' وہ انتہائی شرمناک اور تکلیف دہ ہیں۔ مذہب کو ریاست سے جدا کر کے فرد کا ذاتی مسئلہ قرار دیا، آزادیٔ اظہار کے نام پر دین، دینی شخصیات اور دینی اقدار و اعمال کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ بعض مسلم ممالک میں رائج دینی قوانین کو انسانی حقوق کے منافی اور امتیازی قوانین قرار دے کر انہیں ختم کرانے کے لیے تمام حربے استعمال کئے۔ اُن پر بحث کا دروازہ کھول کر انہیں متنازعہ بنایا۔ حدود اللہ کو ظالمانہ سزائیں کہا، جہاد کو دہشت گردی سے تعبیر کیا، مسلمانوں کے لیے اپنی دینی شناخت کے اظہار کو شدت پسندی سے تعبیر کیا۔ دینی شعور سے عاری مسلم حکمرانوں، سیاست دانوں اور نام نہاد دانشوروں نے اسے من وعن تسلیم کر لیا۔ نتیجہ میرے، آپ کے اور سب کے سامنے ہے۔

پاکستان جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا۔ آج یہاں اسلام ہی سب سے زیادہ تنقید کی زد میں ہے۔ جس دوقومی نظریے کی بنیاد پر ملک بنا' آج اس کی سرعام نفی کی جارہی ہے۔ جن مسلمانوں نے یہ ملک بنایا' انہیں بے وقوف اور علیحدگی پسند کہا جارہا ہے۔ قیام پاکستان کے چھبیس سال بعد ۱۹۷۳ء میں طویل جدوجہد کے نتیجے میں ملک کو متفقہ آئین ملا۔ جس میں ریاست کا مذہب اسلام قرار دیا گیا اور دس برس میں اسلام سے متصادم تمام قوانین کو بتدریج ختم کر کے اسلامی قوانین کے سانچے میں ڈھالنے کی ضمانت دی گئی۔ لیکن فیا حسرتا! قوانین اسلامی سانچے میں تو کیا ڈھلتے جو موجود تھے' انہیں بھی آئندہ تیس برسوں میں غیر موثر اور ناقابل عمل بنادیا گیا۔ پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کر کے اسلام سے اپنی نسبت اور شناخت کو ختم کر دیا گیا، قانون توہین رسالت، قانونِ امتناع قادیانیت، حدود قوانین، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی آئینی شق وغیرہ وغیرہ سب کو عملاً غیر مؤثر بنادیا گیا۔ نصابِ تعلیم سے قرآنی آیات واحادیث کو نکالا گیا، قومی ہیروز کو

دہشت گرد یا غدار قرار دے کر نصاب سے خارج کر دیا جبکہ قومی غداروں کو ہیرو، امن پسند اور انسان دوست بنا کر نصاب میں داخل کر دیا۔ ایک غیر مسلم اقلیت کو ملک کی مسلم اکثریت پر مسلط کرنے کے لیے تعلیمی نظام کو آغا خان تعلیمی بورڈ کے تحت چلانے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ شمالی علاقہ جات پر مشتمل آغا خان ریاست کے قیام کے لیے امریکی و صیہونی ایجنڈے پر عمل درآمد شروع ہو گیا اور وہاں سنی شیعہ فسادات کو ہوا دی گئی۔ مسئلہ کشمیر پر ۵۵ سالہ مؤقف سے پسپائی، کنٹرول لائن پر بھارتی افواج کی فائرنگ، بھارت کی طرف سے بگلیہار ڈیم کی تعمیر اور اس کے بعد راوی پر ڈیم کی تعمیر کا اعلان ......اور ہماری طرف سے صرف تحمل و برداشت اور ورلڈ بینک کو ایک درخواست بھجوانے پر اکتفا۔ وانا فتح کرنے کے بعد بلوچستان میں فوج کشی، ایٹمی مسئلہ پر ایران کے ساتھ تعلقات میں کشیدگی، اسرائیل کی دھمکیاں، اپنے ایٹمی اثاثوں کی بربادی، سائنس دانوں کی گرفتاری و بے حرمتی، غربت میں اضافہ، خود کشیوں کا رجحان، مہنگائی کی منہ زوری قتل و غارت گری، بدامنی، داخلی و خارجی عدم استحکام، سیاسی انتشار، جنسی انارکی، ثقافتی یلغار، بے حیائی کا عروج اور نفسانفسی یہ سب کیا ہے؟ یہ ہمارے اپنے کئے دھرے کا نتیجہ ہے۔ نام نہاد روشن خیالی، جدت پسندی، تحمل، برداشت اور اعتدال پسندی کا شاخسانہ ہے اور قرآن اس پر شاہد عدل ہے:

''خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا' لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے۔ تا کہ مزہ چکھائے اُن کو اُن کے بعض اعمال کا۔ شاید وہ باز آجائیں۔'' (الروم:۴۱)

یہ تو ہمارے بعض اعمال کی واجبی سزا ہے۔ اگر ہم اسی کو کافی سمجھتے ہوئے قرآن کی تنبیہ کے مطابق اپنی بداعمالیوں سے باز آجائیں تو رب رحیم و کریم ہمیں معاف فرما دیں گے۔ ورنہ یہ سزا طویل ہو سکتی ہے اور دنیا و آخرت برباد ہو سکتی ہے۔

۲۰ سال بعد مرزائیوں کو اجتماعی طور پر قادیان جانے کی اجازت' پہلا وفد روانہ

حکومت نے ۲۰ سال بعد قادیانیوں کے ۳۰۰ افراد پر مشتمل وفد کو اجتماعی طور پر بھارت جانے کی اجازت دے دی۔ یہ وفد بھارت کے ضلع گورداسپور کی تحصیل بٹالہ کے علاقے قادیان میں قادیانی گروہ کے بانی آنجہانی مرزا غلام احمد کی جنم تقریبات میں شرکت کے لیے بھارت گیا۔ یہ تقریبات ۲۶ دسمبر سے ۲۸ دسمبر تک جاری رہیں۔ یاد رہے کہ ۱۹۸۴ء میں سابق صدر جنرل ضیاء الحق شہید نے قادیانیوں کے اجتماعی طور پر بھارت جانے پر پابندی لگائی تھی کیونکہ یہ لوگ وہاں جا کر جاسوسی کرتے تھے لیکن ۲۰ سال بعد حکومت نے نامعلوم وجوہ کی بنا پر جنرل ضیاء الحق کا فیصلہ منسوخ کرتے ہوئے قادیانی وفد کو بھارت جانے کی اجازت دے دی۔ فیصلہ کرنے والوں میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کے بیٹے اعجاز الحق (وفاقی وزیر مذہبی امور) بھی شامل تھے۔ اس فیصلے پر مجلس احرار اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں حضرت سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد، عبداللطیف خالد چیمہ، راقم اور مولانا محمد مغیرہ نے شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت سیکولر لابی کو مضبوط کر رہی ہے۔ اور قادیانیت نوازی کا بھرپور مظاہرہ کر رہی ہے۔

درسِ قرآن

محمد احمد حافظ

یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ!

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰیٓ اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (المائدہ۔۵۱)

''اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو اپنا معتمد دوست مت بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مخلص دوست ہیں اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستانہ تعلق رکھے گا (تو یاد رکھو!) وہ انہی میں سے ہے۔ بلاشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

ہماری موجودہ کیفیت کیا ہے؟

مندرجہ بالا آیت اپنے معنی ومفہوم میں نہایت واضح ہے۔ امتِ مسلمہ مجموعی حیثیت کے اعتبار سے جن حالات سے گزر رہی ہے۔ ان حالات کا جائزہ قرآن وحدیث کی روشنی میں لینا از حد ضروری ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ ''دوستی'' کی حدود کیا ہیں؟ ظاہر ہے انسان اسی آدمی کو اپنا دوست بناتا ہے جس کی عادات وخصائل، جس کا رہن سہن، طرزِ زندگی، اخلاق، معاملات اس کے لیے پسندیدہ ہوں۔ ایک اوباش شخص دوسرے اوباش کو اس لیے دوست نہیں بناتا کہ وہ بہت عبادت گزار، قائم اللیل اور صائم النہار ہے بلکہ اس لیے دوست بناتا ہے کہ وہ بھی اسی جیسا عیاش اور اوباش ہے۔ اگر کوئی شخص کسی اللہ والے، نیک خُو انسان کو دوست بناتا ہے تو اس لیے کہ خود اس میں تقویٰ وپرہیزگاری کا جوہر موجود ہے۔ اب اس تناظر میں دیکھئے کہ ہماری اکثریت کی پسند کیا ہے؟ ہم کن لوگوں کو رشک وفخر بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں؟ اگر ہم اپنی معیشت ومعاشرت، حکومت وسیاست، تہذیب وکلچر اور دیگر معاملاتِ حیات کا جائزہ لیں تو ایک ایک چیز یہود ونصاریٰ کے رنگ میں رنگی نظر آتی ہے۔ بات یہیں تک محدود نہیں بلکہ ہمارے عقائد ونظریات اور عبادات بھی نصرانی تہذیب کے نخچیر نظر آنے لگے ہیں۔ یوں نظر آرہا ہے کہ ہماری فکر وتعبیر اور علم وعمل کا ہر پہلو یہود ونصاریٰ کی نقالی، ان کی باطل تہذیب اور باطل افکار میں الجھ کر رہ گیا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان مفسدین فی الارض کی کارستانیوں کے سبب پوری دنیا میں ان کے خلاف نفرت کی توانا لہر اٹھی ہے تو انہوں نے اپنا پہلو بچانے کی خاطر انسانی حقوق، امن، انصاف اور ثقافتی تحمل کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا ہے اور اس مقصد کے لیے بعض مذہبی رہنماؤں کا سہارا بھی لیا جارہا ہے۔ افسوس کہ ہمارے بعض اہل علم بھی ان خوش نما نعروں سے متاثر ہوکر یہود ونصاریٰ کے ساتھ بھائی چارے، ہم آہنگی اور صبر وتحمل کا درس دینے لگے ہیں۔ فیا حسرتا!

قرآن میں رہنمائی موجود ہے:

اللہ کا دین عزت وسربلندی اور غیرت والا دین ہے۔ اس میں کسی قسم کا رطب ویابس نہیں۔ اس کے احکام نہایت

واضح ہیں۔قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ جولوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، کبریائی اور اُلوہیت کا اقرار واعلان نہیں کرتے۔اس کی بھیجی ہوئی شریعت کونہیں مانتے' وہ'' کافر، ظالم اور فاسق'' ہیں۔ان کافروں، ظالموں اور فاسقوں سے دور رہنا ہر صاحب ایمان کے لیے لازمی ہے۔تا کہ وہ کہیں ان کے دھوکے میں آ کر گوہرِ ایمان سے محروم نہ ہوجائے اور جوکوئی ان کافروں کی طرف میلان اور دوستی کا علاقہ قائم رکھتا ہے' اس کے لیے سخت ترین وعید ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَاتَرْكَنُوْآ اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ (ھود۔۱۱۳)

''اورمت جھکو'ان لوگوں کی طرف جوظالم ہیں کہ تمہیں بھی جہنم کی آگ آ پکڑے اور (یادرکھو!) اللہ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔پھرتمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔''

اس آیت میں کفار ومشرکین یا کسی بھی ایسے شخص کی طرف جسے ظالم کہا جاسکے۔ذرا سے میلان کو بھی منع فرمایا گیا ہے کہ اگرتم ذرا بھی ان لوگوں کی طرف مائل ہوئے تو اللہ کا عذاب ضرور نازل ہوگا۔

علامہ ابن عربی نے اپنی کتاب ''احکام القرآن'' میں ''رکون'' کی یہ حقیقت بیان کی ہے کہ ''انسان اپنے آپ کو کسی کی طرف منسوب کرنے لگے یا اس پر اعتماد اور بھروسہ کرنے لگے۔'' اس میں کوئی شک نہیں جب کوئی ایمان واسلام کا دعوے دار اپنی وضع قطع، رہن سہن، معیشت ومعاشرت میں یہود ونصاریٰ کی اقدار کو قبول کرنے لگتا ہے۔ان کے افکارِ سیئہ کو درست ماننے لگتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یہود ونصاریٰ پر مکمل اعتماد کرنے لگا ہے۔یہی ''رکون'' ہے' جس کا انجام دنیوی ذلت اور اخروی عذاب ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن ثعالبی الجزائری رحمہ اللہ نے (یاایھاالذین آمنوا لاتتخذو الیھود والنصاریٰ الخ) کے تحت تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ کے ساتھ ایسی مخلصانہ دوستی کریں اور ان کو ایسا لائق اعتماد دوست بنائیں کہ جس کی بنیاد باہمی تعاون اور اختلاط وارتباط پر قائم ہو اور جس کے نتیجے میں مسلمان ان کے ساتھ خلط ملط ہوجائیں۔جو مسلمان یہود ونصاریٰ کے ساتھ نشست وبرخاست رکھے گا' اسے قہرالٰہی اور غضب الٰہی سے دوچار ہونا پڑے گا۔''

اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ کفار سے دوستی ایمان سے محرومی کا سبب بن جائے گی۔جو انسان کو عذابِ نار کا مستحق ٹھہرا دیتی ہے۔چناں چہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ O وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْآ اَوْلِيَآءُ هُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ .اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِهُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ﴾ (البقرہ۔۲۵۷)

''اللہ مددگار ہے' ایمان والوں کا کہ انہیں نکالتا ہے' ظلمت سے نور کی طرف اور جو (اللہ کے) منکر ہوئے' وہ طاغوت (شیطان) کے ساتھی ہیں' نکالتا ہے ان کو نور سے ظلمت کی طرف۔یہی لوگ دوزخ کے باسی ہیں۔اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

یہود ونصاریٰ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں۔ یہودیوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا۔ان کی پوری تاریخ خباثت ودنائت اور درندگی وسفا کی سے عبارت ہے۔کرۂ ارضی پر ان سے بڑھ کر کوئی مفسد قوم نہیں گزری۔نصاریٰ مشرک ہیں' انہوں نے اللہ رب العزت کے ساتھ حضرت عیسیٰ ومریم علیہم السلام کوبھی شریک ٹھہرایا۔یہ بھی یہودیوں کی طرح شیطنت کے پیکراور سفا کی کے خوگر ہیں۔لہٰذا اللہ رب العزت جوصرف غفور ہی نہیں غیور بھی ہیں' کی غیرت کو یہ بات کیونکر برداشت ہوسکتی ہے کہ ایک شخص اس کی بندگی کا دم بھی بھرے اور کفار ومشرکین کے ساتھ دوستانہ تعلقات بھی قائم رکھے ۔عذاب وثواب، قیامت وعدالت پر ایمان کا دعویٰ بھی کرےاور بدفطرت انسانوں کے لیے نیک جذبات کوبھی اپنے قلب و دماغ میں پالتا رہے۔یہ دوئی اللہ کے دین میں ہرگز روا نہیں۔

ہمیں اپنی وضع قطع ،اپنے لباس ،اپنے طرز بودوباش ،اپنے نظریات وعقائد اوراعمال کا جائزہ لینا ہوگا کہ ان پر کہیں کافرانہ تہذیب کی پرچھائیں تو نہیں؟ اگر ایسا ہے تو فی الفور اپنی ذات کی تطہیر کی فکر کیجیے ۔اِدھر اُدھر حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنےاورلڑھکنے سے بچئے۔اپنے آپ کواللہ اوراس کے دین کے لیے خالص کرلیجیے:

﴿وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفاً وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾ (یونس۔۱۰۵)

''اور یہ کہ تو اپنے آپ کو دین حنیف کے لیے سیدھا کرلےاورمشرکوں میں سے مت ہو۔''

یقیناً کفار کی چالیں،ان کے خوش نما نعرے،ان کی مادی ترقی ،سیاسی وعسکری بالادستی (اور بڑی حد تک) ان کی عسکری یلغار سے خوفزدگی انسان کومجبور کردیتی ہے کہ وہ ان کی ہمہ جہت بالادستی کوتسلیم کرتے ہوئے ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے ......ان کی تہذیب وتمدن اور افکار ونظریات کومن وعن قبول کرے ......مگر یہ منشاء الٰہی کے خلاف ہے ۔ہمیں ''اقامتِ دین'' کا ہی حکم ہے۔انفرادی طور پر بھی، اجتماعی حیثیت سے بھی۔یقین کیجیے کہ ہمارا دین کامل واکمل دین ہے ۔اس دنیا میں رہتے ہوئے اورآخرت میں ہماری کامیابی اسی سے وابستہ ہے۔

الہدیٰ:

- یہود ونصاریٰ بلکہ تمام کفار سے معاملات حرام ہیں۔
- یہود ونصاریٰ سے دوستی اور مومنین سے دوری ارتداد کے ہم معنی ہے۔
- کفار سے دوستی، گمراہی اور دخول فی النار کا سبب ہے۔
- مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کواللہ وحدہ کے لیے خالص کرلے۔
- کفار سے دوستی' ضعف ایمان کا سبب ہے جو آہستہ آہستہ انسان کوکفر کے قریب تر کر دیتا ہے۔

☆......☆......☆

درس حدیث

مولانا یحییٰ نعمانی

نیکی کے بے شمار راستے

انبیاء علیہم السلام کی بعثت انسانوں پر اللہ کی رحمت وشفقت کا مظہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی کامرانی اور دنیا اور آخرت میں ان کی فلاح یابی کے لیے اپنے نبی اور رسول بھیجتا ہے تا کہ ان کو اپنی رحمت وفضل اور ثواب واجر سے نوازے۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تو قرآن میں بڑی تاکید کے ساتھ یہ اعلان فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت تو صرف اس مقصد سے ہوئی ہے کہ انسانوں کو اللہ کی رحمتوں سے فیض یاب فرمایا جائے۔ کرم ورحمت اور فضل ونوازش کے اس مبارک ارادۂ ربانی ہی کے نتیجہ میں بعثت محمدی ہوئی ہے۔ **وما ارسلنک الا رحمة للعالمین.**

نبوت کے فیضان کی شکل میں خدائی رحمت وکرم طرح طرح سے ظاہر ہوتے ہیں اور یقیناً اس کا کامل ترین ظہور اس ہدایت ورہنمائی کی شکل میں ہوا ہے جس نے انسانوں کو جود وعطا کے خزانوں اور دنیا وآخرت کی سرفرازیوں سے بہرہ مند کرنے والے بے شمار نیک اعمال کا پتہ دیا۔

نبوت محمدی کے ذریعے انسانوں کو جو علوم دیئے گئے ان میں سے ایک بڑا مبارک اور شوق افزا علم نیکی اور بھلائی کے کاموں اور اعمالِ صالحہ کے ثواب کا علم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کو بتلایا کہ خدا نیکیوں کا بڑا قدردان ہے، وہ معمولی معمولی خیر کے کام پر بے شمار اجر وثواب عطا فرماتا ہے۔ درحقیقت اس کو اپنے کرم وبخشش اور جود وسخا کے لیے ''بہانوں'' کی تلاش ہے۔ بس ذرا بندے کی طرف سے اطاعت شعاری اور بندگی کا اظہار ہو جائے۔ وہ بے حد وحساب ثواب دیتا ہے۔ حدیث کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے بے شمار ارشادات منقول ہیں۔ جن میں آپ ﷺ نے معمولی معمولی کاموں کو بڑی بڑی نیکیاں قرار دیا ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم اجر کی خوشخبری سنائی ہے۔ ذیل میں آپ ﷺ کے ایسے ہی کچھ ارشادات نقل کئے جا رہے ہیں۔ توفیق ہو تو انسان خیر وثواب کے خزانے جمع کر سکتا ہے۔

(۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان اور اس کے راستے میں جہاد۔ پھر میں نے پوچھا: کس طرح کے غلام کے آزاد کرنے میں زیادہ ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ غلام جو اپنے مالک کے نزدیک سب سے عمدہ ہو اور سب سے قیمتی ہو۔ پھر میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر میں یہ دونوں کام نہ کر سکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی آدمی کچھ کام کر رہا ہو یا کچھ بنا رہا ہو تو اس کی مدد کر دو یا کسی کمزور کا کچھ کام کر دو۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں اعمالِ صالحہ نہ کر سکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو تم سے تکلیف نہ پہنچے۔ یہ تمہاری طرف سے اپنے اوپر صدقہ ہے۔ (بخاری)

(۲) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کے ہر ہر جوڑ پر روز (اللہ کی نعمتوں کے شکر کے طور پر) صدقہ لازم ہے۔ (صحابہ کرام کو لازمی طور پر فکر ہوئی ہوگی کہ اتنے صدقے کون کرسکتا ہے؟ مگر) آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے، بدی سے روکنا صدقہ ہے اور ہر جوڑ کے بدلے ایک صدقہ کرنے کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ چاشت کے وقت دو رکعت پڑھ لی جائیں۔ (اسی سے انسان کے ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ ہو جائے گا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا) دو آدمیوں کے درمیان انصاف کردو، یہ بھی صدقہ ہے کسی کو سواری پر سوار کرادو، یہ بھی صدقہ ہے، کسی کا سامان اٹھوادو، یہ بھی صدقہ ہے، نماز کو جاتے ہوئے ہر قدم صدقہ ہے، راستے میں کوئی گندگی یا تکلیف دہ چیز ہٹادو، یہ بھی صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم)

(۳) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کچھ غریب مسلمانوں نے حاضر ہوکر یوں گزارش کی کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ! مالدار سارا اجر وثواب لے جاتے ہیں، ہم نماز روزے کی نیکیاں کرتے ہیں تو وہ بھی کرتے ہیں مگر وہ اپنی ضروریات سے زائد مال میں سے صدقہ کرتے ہیں (اور ہم غریب حسرت ہی کرتے رہتے ہیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تمہارے لیے بھی صدقہ کرنا ممکن بنایا ہے۔ سن لو! یقیناً ہر مرتبہ سبحان اللہ کہنے میں صدقہ کا ثواب ہے۔ ہر مرتبہ لا الہ الا اللہ کہنے میں صدقہ کا ثواب ہے۔ نیکی کا حکم صدقہ ہے، بدی سے روکنا صدقہ ہے۔ (یہاں تک کہ آپ ﷺ نے یہ تک فرمایا کہ) تم لوگوں کے لیے اپنی بیویوں سے اپنی حاجت پوری کرنا بھی صدقہ ہے۔ لوگوں نے سوال کیا، اگر ہم اپنی خواہش پوری کریں تو بھی ہم کو ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر حرام طریقے سے اپنی خواہش پوری کرے گا تو گناہ ملے گا۔ اسی طرح جائز طریقے سے خواہش پوری کرنے پر ثواب ملے گا۔ (صحیح مسلم)

سبحان اللہ! کوئی انتہا ہے اس جود وکرم کی!

(۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی نیکی اور اچھے کام کو کم مت سمجھنا، چاہے وہ بس اتنا ہو کہ تم اپنے کسی بھائی سے کشادہ پیشانی سے مل لو۔ (صحیح مسلم)

یعنی لوگوں سے ملاقات کے وقت مسکرا کر خوش اخلاقی سے پیش آنا بھی اللہ کے نزدیک ایسا نیک کام ہے اور اس پر اتنا بڑا ثواب ہے کہ اس کو کسی طرح کم نہیں سمجھنا چاہیے۔

(۵) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنی پڑوسن کے لیے ہدیہ بھیجنے میں کسی چیز کو کم نہ سمجھے (بس جو بھی ہدیہ کرسکے، وہ اللہ کے نزدیک بہت ہے) چاہے وہ بکری کا ایک کھُر ہی کیوں نہ ہو۔ (صحیح بخاری)

یعنی جو میسر ہو'وہ پڑوس میں ہدیہ بھیج دیا جائے'اس کو حقیر اور بے حقیقت نہ سمجھا جائے۔نہ بھیجنے والی کسی تھوڑی سی چیز کو کم سمجھے اور نہ لینے والی آنے والی چیز کو حقیر سمجھے۔یہاں تک کہ اگر کچھ اور میسر نہ ہو'صرف بکری کا ایک کھر (یعنی اس کے پائے کے بالکل نچلے حصے کا بھی نصف) ہی ہو تو بس وہی بھیج دے اور جس کے یہاں وہ پہنچے وہ اس کو پوری قدر و محبت کے ساتھ لے۔اس لیے کہ اللہ کے یہاں اتنے کام کا بھی بہت ثواب ہے۔

(٦) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا کہ پچھلے زمانے میں ایک آدمی کسی سفر میں تھا۔پیاس لگی،ایک کنواں ملا'اس میں اترا اور اتر کر پانی پیا۔واپس اوپر آیا تو دیکھا'ایک کتا پیاس کے عالم میں نم مٹی چاٹ رہا ہے۔اس نے سوچا یہ بھی میری طرح پیاسا ہے۔نیچے اترا،اپنے چمڑے کے موزے میں پانی بھرا اور اس کو منہ میں دبا کر کنویں کی دیوار پر چڑھ کر اوپر آیا اور کتے کو پلایا۔اللہ کو اس کے اس عمل کی بڑی قدر آئی اور بس اسی پر اس کی مغفرت فرمائی۔صحابۂ کرام ﷺ نے پوچھا: کیا جانوروں کے ساتھ حسن سلوک میں بھی ہم کو ثواب ملے گا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ہر جان دار ذی روح کے ساتھ حسن سلوک میں اجر و ثواب ہے۔(صحیح بخاری)

(٧) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں ایک آدمی کو دیکھا 'مزے کر رہا ہے۔اس کے جنت میں داخلے کا سبب اس کا یہ عمل تھا کہ اس نے راستے سے ایک ایسا پیڑ کاٹ کر ہٹا دیا تھا 'جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے راستے میں ایک کانٹے دار ڈال دیکھی۔جس سے لوگ پریشانی محسوس کر رہے تھے۔اس نے اس کو ہٹا دیا۔بس اسی سے خوش ہو کر اللہ نے اس کی مغفرت فرمادی۔
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(٨) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا اور جمعہ کی نماز کے لیے آیا اور غور سے خاموش رہ کر خطبہ سنا۔اس کی پچھلے جمعہ تک کی ہفتہ بھر کی اور مزید تین دن کی ساری غلطیاں معاف ہو جاتی ہیں۔(صحیح مسلم)

علماء کرام نے احادیث کے مجموعے پر نظر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان جیسی احادیث کا مطلب ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز اور اس جیسی دیگر نیکیوں کے ذریعے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔بڑے گناہ اور گندے معاصی'اللہ سے معافی مانگنے اور توبہ کے ذریعے ہی معاف ہوتے ہیں۔مغفرت کا قانون یہی ہے۔ویسے اللہ تعالیٰ جس کی چاہے کسی بھی نیک عمل کے صدقے مغفرت فرما سکتا ہے۔

☆......☆......☆

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تدبیر کی غلطی......تقدیر سے تصادم

ماضی قریب کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے ''چمپنیزی'' نے ''انسان'' کا روپ دھارا ہے اور اپنی اس ارتقائی جست سے ارتقائی منزلوں کا قصہ تمام کر دیا ہے' اس کو بہت سے مباحث اور مناصب کا چارج لینا پڑا ہے۔ مثلاً وہ قاضیٔ تدبیر بن کے قاضیٔ تقدیر کے سامنے مورچہ بند ہو گیا ہے اور اس قسم کے احکام جاری کرنے لگا ہے کہ:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو
آہُو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو

پھر اس نے داڑھی، ٹوپی، مصلیٰ، مدرسہ اور قیل و قالِ مدرسہ کے ''شور و غوغا'' کو ختم کرنے کے لیے بہت سے اقدامات بھی کیے ہیں مگر موسم بدلتے ہی یہ شجر پھر سایہ دار ہونے لگ جاتا ہے...... قاضی تدبیر نے تدبیر کا رندہ چلایا اور اس شاخ ثمر بار کو جلا کر راکھ کر دیا لیکن اس کی خاکستری تہوں میں ایک چنگاری سلگتی رہی جو افغانستان و عراق میں شعلہ جوالہ بنی ' مگر قاضی تدبیر نے اس سے سبق حاصل نہ کیا اور دنیا کے مختلف گوشوں میں اپنی تدبیری سازشوں کا جال بنتا رہا اور منہ کی کھاتا رہا۔ پاکستان کے قاضیٔ تدبیر نے بھی احکامات کی توپ داغی اور خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے دینی مدارس کی تعداد، کارکردگی، افراد، آمدنی اور ذرائع آمدنی معلوم کرنے شروع کیے جبکہ اس ''حکم اندازی'' سے بھی پہلے ایک خبر نگار ہمیں بتلا چکا ہے کہ ''وزیر اعظم کے احکامات پر ہر سال ایک لاکھ رہائشی یونٹوں کی تعمیر کے لیے تیار کردہ سمری میں لکھا گیا ہے کہ رہائشی یونٹوں کے قریب مسجدیں نہیں ہونی چاہئیں......'' کیونکہ ان مسجدوں اور مدرسوں کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی اور فضائی کثافت میں اضافہ ہوتا ہے اور پاکستانی ثقافت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

خوانندگان گرامی! آپ کی جمہوری طبیعت پر گراں نہ گزرے تو میں پوچھ سکتا ہوں کہ کیا اس قاضیٔ بے تدبیر و پُر تقصیر نے پاکستان سے چوری، ڈاکہ، قتل، اغوا، زنا، شراب، جوا، رشوت......ڈینوسار ایسی خوفناک اور شرمناک برائیاں مٹالی ہیں، کیا پاکستانی اقتداریوں نے ظلم، جور و جفا چھوڑ دیا ہے، کیا پاکستانی عوام کو وسائل رزق مہیا ہو گئے ہیں، کیا پاکستان میں انصاف سستا موجود و میسر ہے، کیا پاکستانی حکام کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی زینت ابدی سے مرصع ہیں اور

جناب قاضیٔ تدبیر کیاتم قاضیٔ تقدیر کو مانتے ہو......؟ اگر مانتے ہوتو پھر کیوں نہیں مانتے کہ......دین اللہ کا ہے اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ مسلمان ہے جو اطاعت نہیں کرتا اس کی ''نیم پلیٹ'' ''چینج'' ہو جاتی ہے اس کو مسلمان نہیں کہتے اسے فاجر کہتے ہیں اور یہ نام بھی اللہ نے رکھا ہے ''مولوی'' نے نہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ نے ظالم قرار دیا ہے۔ ''مولوی'' نے نہیں۔

''اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا انسان کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی عبادت گاہوں میں اس کے نام کو روکے اور ان کی ویرانی میں کوشاں ہو۔'' (سورۃ البقرۃ آیت: ۱۴۴، پ: ۱)

جو نماز نہ پڑھے، تارک نماز ہؤا سے رسول اللہ ﷺ نے کافر کہا ہے۔

''جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی وہ کافر ہُوا......''

''نماز قائم کرو اور مشرک نہ بنو۔'' (سورۃ روم آیت ۳۱ پ ۲۱)

جو نماز نہیں پڑھتا وہ اللہ کا فیصلہ سن لے یہ فیصلہ تو فضاءِ بسیط و محیط میں گونج رہا ہے تمہیں اور تم جیسوں کو جھنجھوڑ رہا ہے تمہارے بے حس کانوں سے ٹکرا رہا ہے۔ اس صداء لاہوتی کو سنو اور اعتراف کرو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو یہ نہ صرف تدبیر کی غلطی ہے بلکہ تقدیر سے تصادم بھی ہے۔ بغاوت اور محاذ آرائی ہے تمہیں تو کسی کی محاذ آرائی برداشت نہیں قاضیٔ تقدیر تمہاری محاذ آرائی کیونکر اور کب تک برداشت کرے گا ......؟ تمہاری اس محاذ آرائی کے نتیجہ میں اولادیں بدمعاش، نافرمان و ناہنجار ہو جائیں گی معیشت میں عام تنگی پیدا ہو جائے گی قتل و غارت گری بڑھ جائے گی آرام چھن جائے گا سکون لٹ جائے گا، سولائزڈ شہر، خوبصورت حیوانوں، درندوں اور چرندوں کی آماجگاہ بن جائیں گے، جنگل کی وحشتوں کا راج ہوگا۔

قاضیٔ تدبیر! اس وقت سے بچو اور ملک و قوم کو بچانے کی تدبیر کرو۔ یہ عمل کا وقت ہے سازش کا نہیں۔ یہ اطاعت کا دور ہے بغاوت کا نہیں۔ یہ تواضع کا منصب ہے تکبر کا نہیں۔ یہ مقام عفو و درگزر ہے یہ انتقام کی جگہ نہیں۔ انعام و اکرام کی ''کرسی'' آج ہے کل نہیں۔ کوئی کام انسانوں والا کر جاؤ۔

الیس منکم رجل رشید؟

اے ''اسلام آبادیو!'' تم میں ایک بھی آدمی نہیں؟

(۳؍ دسمبر ۱۹۹۴ء)

رپورٹ: شیرل بنارڈ "CIVIL DEMOCRATIC ISLAM" (پہلی قسط)

ترجمہ: سید خورشید عالم

''اچھے مسلمانوں کی تلاش!''

گزشتہ شمارے میں شیرل بنارڈ کی رپورٹ ''سول ڈیموکریٹک اسلام'' کا تجزیہ جناب محمد یونس قادری کے قلم سے ''عالم اسلام کے خلاف مغرب کی نئی حکمتِ عملیاں'' کے عنوان سے قارئین ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ذیل میں اس رپورٹ کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے جسے سید خورشید عالم نے تحریر کیا اور روزنامہ ''اُمت'' کراچی نے ۱۰ رتا ۲۷ رجولائی ۲۰۰۴ء قسط وار شائع کیا۔ ابتدائی حصہ میں شیرل بنارڈ اور اس کی رپورٹ کا تعارف و تجزیہ ہے اور پھر ترجمہ۔ روزنامہ ''اُمت'' کے شکریے کے ساتھ ہم یہ رپورٹ ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ (مدیر)

مارچ ۲۰۰۴ء میں امریکی ریاست کیلی فورنیا میں قائم تھنک ٹینک رینڈ کارپوریشن نے ''سول ڈیموکریٹک اسلام'' (شہری جمہوری اسلام) کے نام سے ایک رپورٹ جاری کی ہے۔ یہ رپورٹ رینڈ کارپوریشن کی سینئر پولیٹیکل سائنٹسٹ شیرل بنارڈ (CHERYL BENARD) نے مرتب کی ہے۔ یہ خاتون آسٹریلین یہودی ہیں۔ زلمے خلیل زاد کی بیوی ہیں۔ زلمے خود بھی سی آئی اے کے پیرو پر برسوں کام کرتے رہے ہیں۔ اس نے دنیا میں مسلمانوں کے رجحانات اور تحریکات خصوصاً مغربی ممالک میں ان کے رجحانات اور تحریکات کا بغور جائزہ لیا ہے۔ اس نے امریکی اور یورپی پالیسی سازوں کے سامنے ایک حکمت عملی (اسٹریجی) پیش کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ وہ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات کے بعد اسلام سے بہتر طریقے سے نمٹ سکیں۔

شیرل بنارڈ کا کہنا ہے کہ یہ بات امریکی مفادات میں ہے کہ وہ ''تہذیبوں کے تصادم'' سے بچتے ہوئے اس اسلام کی سرپرستی کرے جو ''جمہوری ہو۔ اقتصادی طور پر اور سیاسی طور پر بھی مستحکم ہو۔ سماجی حوالے سے ترقی پسند ہو اور جو بین الاقوامی قواعد وضوابط پر پورا اترتا ہو۔''

مذکورہ رپورٹ میں امریکیوں کے لیے ''ہم'' (US) اور مسلمانوں کے لیے ''ان۔ وہ'' (THEM) کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ جس سے خود تہذیبوں کے تصادم کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ کوئی نجی گفتگو ہے جس میں مسلمانوں کی شمولیت ضروری نہیں۔ اس رپورٹ کا مقصد یہ ہے کہ واشنگٹن کے باخبر حلقے ''ان'' مسلمانوں سے اچھی طرح نمٹ سکیں۔ یہ رپورٹ بعینہ اسی اسلوب میں لکھی گئی ہے جیسے ۱۹۶۰ء کے عشرے میں ایسے سینکڑوں میموز تحریر کئے گئے تھے جن میں ''نیگرو مسئلے'' سے نمٹنے کا طریقہ بیان کیا گیا تھا۔

اس رپورٹ میں شیرل برنارڈ کہتی ہیں کہ اگر امریکی اور دیگر مغربی حکومتیں مسلم انقلاب پسندی کو شکست دینا

چاہتی ہیں تو انہیں عملی طور پر اسلام کے اندران رجحانات کی حمایت کرنی ہوگی جو مغرب کے تعمیر کردہ لبرل مقاصد سے قریب ترین ہوں گے۔ شیرل بنارڈ کا کہنا ہے کہ حکومتوں اور میڈیا نے مسلم سوچ میں موجود لبرل کو نظر انداز کر رکھا ہے۔ اپنی رپورٹ میں شیرل بنارڈ نے مسلمانوں کو ''بنیاد پرست'' (فنڈامنٹلسٹ) اور ''روایت پسند'' (ٹریڈیشنلسٹ) میں تقسیم کیا ہے۔ روایت پسند مسلمانوں نے زیادہ تر امریکی اور یورپی مساجد میں کنٹرول حاصل کرنے کے علاوہ مسلم تنظیموں میں بھی اپنا اثر ورسوخ قائم کرلیا ہے اوران مساجد سے ان کے رہنماؤں کو اپنی مذہبی رواداری کے اظہار کے مواقع بھی ملتے ہیں۔

شیرل بنارڈ کا کہنا ہے کہ قدامت پسند مسلمان اگرچہ واضح طور پر نظر آسکتے ہیں تاہم انہیں تمام مسلم کمیونٹی کا نمائندہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس کا کہنا ہے کہ قدامت اور روایت پسند افراد اقلیت میں ہیں۔

شیرل بنارڈ نے لبرل مسلمانوں کے لیے ''جدّت پسند'' (MODERNISTS) کی اصطلاح استعمال کی ہے ۔اس کے علاوہ اس نے لبرل طبقے کے لیے سیکولرسٹس (SECULARISTS) کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ جدت پسند اور سیکولرسٹس طبقہ منظّم نہیں اور اس کے پاس فنڈز کی کمی ہے۔ یہ طبقہ مغرب میں رہائش پذیر کروڑوں مسلمانوں کا اکثریتی طبقہ ہے۔ وہ اسلام کی نئی تشریح (REINTERPRETATION) کی خواہاں ہے۔

امریکی خارجہ پالیسی کے حوالے سے مسلم قدامت پسند تحریکوں کی حوصلہ افزائی خصوصاً سعودی عرب جیسے تھیوکریسی والے ملک کے ذریعے امریکا کی کلیت پسند حکومتوں مثلاً مصر کی مالی اور فوجی اعانت پر بھی اس رپورٹ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ امریکی پالیسی سازوں نے انتہا پسند مسلم تحریکوں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ بعض ممالک میں بنیاد پرست تحریکوں مثلاً اخوان المسلمون اور حماس نے اپنے تعلیمی اداروں اور ہسپتالوں کے ذریعے وہاں کے معاشرتی ڈھانچے میں اپنی جگہ بنالی ہے۔ رینڈ کارپوریشن کی مذکورہ رپورٹ میں امریکی خارجہ پالیسی پر تنقید کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ رینڈ کارپوریشن بظاہر ایک نیم سرکاری ادارہ ہے جو ''قومی سلامتی'' (نیشنل سیکورٹی) کی صفت سے قربت رکھتا ہے۔

شیرل بنارڈ آج کل قطر کے دارالحکومت دوحہ میں مقیم ہے۔ اس نے بیروت کی امریکن یونیورسٹی اور ویانا یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے۔ ویانا یونیورسٹی سے شیرل نے پولیٹیکل سائنس میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ وہ کئی کتابوں کی مصنفہ ہے۔

دنیا کے سب سے معروف مسلم آن لائن میگزین ''مسلم ویک اپ'' کو دیئے گئے انٹرویو میں شیرل بنارڈ نے ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' عراق میں امریکی پالیسی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں مسلم ویک اپ کے احمد نصیف کو بتایا کہ وہ عراق میں ہونے والی کارروائی کی وکیل نہیں۔ اس نے تسلیم کیا کہ عراق میں اختیار کی گئی پالیسیوں کے سبب مشرق وسطیٰ میں اجتماعیت پر مبنی رجحانات کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ اس نے تسلیم کیا کہ متعدد وجوہ کی بنیاد پر لوگوں میں بیداری پیدا ہوئی اور ان میں صورت حال کی نزاکت کے بارے میں ادراک پیدا ہوا۔ ان میں یہ احساس پیدا ہوا کہ وہ کسی

ہاتھی کے پاؤں تلے کچلے جانے سے بچنے کے اقدامات کریں۔قارئین کی دلچسپی اور معلومات کے لیے اس رپورٹ کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

عہد حاضر میں اسلام کو متعدد داخلی و خارجی جدوجہد کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ان کا تعلق اسلامی اقدار' اسلامی شناخت اور دنیا میں اسلام کے مقام کے حوالے سے ہے۔ روحانی اور سیاسی تسلط کے لیے متضاد آراء ایک دوسرے کے مقابل ہیں اس تنازعے کے اثرات دنیا کی معیشت' سماجی' سیاسی اور سیکورٹی کی صورت حال پر مرتب ہورہے ہیں۔

یقینی طور پر امریکا' جدید صنعتی دنیا اور بین الاقوامی برادری اس اسلامی دنیا کو ترجیح دے گی جو جمہوری' اقتصادی اور سیاسی حیثیت سے مستحکم ہو' سماجی طور پر ترقی پسند ہو اور بین الاقوامی قواعد وضوابط پر پوری اترتی ہو۔

اسلام کے بحران کے دو پہلو ہیں: اوّل کامیابی سے نہ چل پانا اور دوم یہ کہ عالمی مرکزی دھارے سے کٹ جانا۔ اسلامی دنیا طویل عرصے تک پسماندگی سے دوچار رہی ہے۔ یہاں قومیت' پین عرب ازم' عرب سوشلزم اور اسلامی انقلاب جیسے تجربات کئے جاتے رہے جو کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکے۔جس کی وجہ سے یہاں غصے اور فرسٹریشن میں اضافہ ہوا۔

یہ نظریہ کہ بیرونی دنیا کو اسلام کی جدید اور معتدل پسند تشریحات کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔گزشتہ کئی دہائیوں سے پیش کیا جاتا رہا ہے۔تاہم ۱۱ رستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات کے بعد اس کی اہمیت اور ضرورت میں اضافہ ہو چکا ہے اس ضمن میں تعمیری اپروچ کی ضرورت ہے۔اسلام ایک اہم مذہب ہے جس کے سیاسی وسماجی اثرات موجود ہیں۔ یہ نظریاتی وسیاسی اعمال پر اثر انداز ہوتا ہے جن میں کچھ عالمی استحکام کے لیے خطرناک ہیں۔اس لیے انہیں روکنا ضروری ہے اس لیے ایک معتدل، جمہوری، پُرامن اور برداشت کے حامل سماجی نظام کے قیام کی ضرورت ہے۔اہم سوال یہ ہے کہ اس مرحلے کو کیسے طے کیا جائے۔اس رپورٹ میں انہی نکات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۱ رستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات کے فوری بعد مغرب کے سیاسی رہنما اور پالیسی سازوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ان واقعات میں اسلام کو موردالزام نہیں ٹھرایا جا سکتا۔نیز یہ بھی کہا گیا کہ اسلام ایک مثبت قوت ہے اور یہ امن اور تحمل پر یقین رکھنے والا مذہب ہے۔مغربی رہنماؤں نے مساجد اور عوامی مقامات پر اس حوالے سے اپنی آراء کا اظہار کیا اور مسلم دینی رہنماؤں اور علماء کو دعوت فکر وعمل دی اور قرآنی سورتوں کا حوالہ بھی دیا۔خود صدر بش نے بھی اس بات کا اقرار کیا کہ ''اسلام ایک ایسا عقیدہ ہے جس کے ماننے والوں کی تعداد دنیا میں ایک ارب سے زائد ہے۔اس مذہب میں مختلف رنگ ونسل سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں۔ یہ مذہب نفرت کے بجائے محبت کا پیغام دیتا ہے''۔

مغربی رہنماؤں کی یہ کوشش تھی کہ ان کے ملکوں میں مسلم اقلیتوں کے ساتھ تصادم کے واقعات کے سدِّ باب کے اقدامات کیے جائیں۔ان دنوں خارجہ تعلقات کے حوالے سے دو محرقات پیش نظر تھے۔ایک قلیل المدت اور دوسرا طویل المدت تھا۔

قلیل مدت حکمت عملی یہ تھی کہ مسلم حکومتوں کو سیاسی طور پر اس بات کے لیے آمادہ کیا جائے کہ دہشت گردی کے خلاف کوششوں میں تعاون کریں اور اسلام سے دہشت گردی کے تعلق کو ختم کر ڈالیں۔ طویل مدت پالیسی کے مطابق مغربی رہنماؤں نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ ایک ایسا منظر نامہ تشکیل دیں، جہاں اسلامی سیاسی کرداروں اور ریاستوں کو ایک جدید اور بین الاقوامی نظام میں بہتر انداز میں ضم کرنے میں آسانی ہو سکے۔

دانش ور حلقوں میں فوری طور پر اس بات کا ابلاغ ہو گیا اور انہوں نے اس نظریے کو بیان کرنا شروع کیا کہ اسلام سب سے کم ہم آہنگ مذہب ہے۔ اس میں اعتدال، جدیدیت، تحمل اور جمہوریت کی کوئی گنجائش نہیں۔

مسلم دنیا اور اس سے باہر لبرل اسکالرز اس بحث میں مشغول تھے جو آزاد خیال اور متحمل اسلام کی حمایت کرتا تھا جبکہ دہشت گرد عناصر کو اپنے اقدامات کو بھی اسلام سے منسوب کر رہے تھے۔ ان کا موقف تھا کہ ان کا مشن اور طریقہ کار براہِ راست مذہب کا عکاس ہے۔ ۱۱ر ستمبر کے واقعات کے ایک سال گزر جانے کے بعد بنیاد پرست مسلم عناصر لندن میں جمع ہوئے تا کہ ۱۱ر ستمبر کے واقعات کی یاد تازہ کر سکیں۔

مغربی رہنماؤں اور ان کی حامی مسلم حکومتوں نے اس امر کی بھرپور کوشش کی کہ دہشت گردوں کی مقاصد سے اسلام کو دور رکھا جائے۔ اس حوالے سے بنیاد پرست ایک طرف ہو چکے تھے۔ ۲۱ر ستمبر ۲۰۰۲ء کو پاکستان کی ایک بنیاد پرست سیاسی پارٹی جماعتِ اسلامی کے رہنما قاضی حسین احمد نے کہا تھا کہ: ''امریکہ اسلام کا بدترین دشمن ہے۔'' انہوں نے یہ بھی کہا کہ ''دہشت گردی کے خلاف بننے والا نام نہاد اتحاد دراصل اسلام مخالف اتحاد ہے اور اس کا مقصد دنیا سے مسلمانوں کا خاتمہ ہے۔''

متعدد مغربی رہنماؤں کا موقف تھا کہ دہشت گردوں کی مخالفت کا مقصد یہ تھا کہ وہ ''مذاہب کے تصادم'' سے بچنا چاہتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ انتہا پسندوں کو اسلام کی توجیہہ پیش کرنے کا موقع ملے۔ یہ بات آسان نہیں کہ دنیا کے بڑے مذہب کو اس طرح تبدیل (TRANSFORM) کیا جائے۔ اگر ''قومی تعمیر'' ایک حوصلہ شکن کام ہے تو ''مذہبی تعمیر'' اس سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور پُر خطر کام ہے۔ اسلام ایک متجانس (HOMOGENEOUS) وجود نہیں اور نہ ہی یہ ایک سادہ سسٹم ہے۔ اس مذہب کے ساتھ متعدد غیر متعلق ایشوز اور مسائل لاحق ہیں۔ اس کے علاوہ بعض اسلامی کردار جان بوجھ کر اس پورے معاملے کو ''اسلامائز'' کرنا چاہتے ہیں۔ تا کہ انہیں مقاصد پورے کرنے میں آسانی ہو۔

اسلام کے موجودہ بحران کے دو پہلو ہیں۔ اسلامی دنیا طویل عرصے سے پسماندگی سے دوچار رہی ہے۔ نیز یہاں طاقت کا فقدان رہا ہے۔ یہاں مختلف اوقات میں مختلف حل پیش کئے جاتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر نیشنل ازم (قومیت) پان عرب ازم، عرب سوشلزم اور اسلامی انقلاب وغیرہ کے تجربات کئے جاتے رہے ہیں اور ان میں کامیابی حاصل نہیں ہو پائی ہے۔ جس سے فرسٹریشن اور غصے میں اضافہ ہوا ہے۔

اس عرصے میں اسلامی دنیا ہم عصر عالمی ثقافت اور عالمی معیشت کے حلقے سے باہر نکل آئی ہے۔اس حوالے سے یہاں مسلمانوں کے چار قابل ذکر گروپس کا تقابل پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) بنیاد پرست (FUNDAMENTALISTS):

یہ عناصر اسلام کا جارح اور توسیع پسند رخ پیش کرتے ہیں جو تشدد سے شرمسار نہیں ہوتا۔ یہ عناصر سیاسی اقتدار کے خواہاں ہیں اور سخت اسلامی قوانین کے نفاذ کے خواہاں ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ ان قوانین کو پوری دنیا پر جبراً نافذ کیا جانا چاہیے۔ان کا حوالہ قومی ریاست یا کوئی مخصوص نسلی گروپ نہیں بلکہ پوری مسلم کمیونٹی ہے۔ جسے وہ ''امہ'' کہتے ہیں۔

بنیاد پرست عناصر کے دو طبقے ہیں۔ایک وہ جو دینیات (THEOLOGY) پر یقین رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مختلف مذہبی ادارے قائم کیے جائیں۔اس گروپ میں ایران کے شیعہ انقلابی شامل ہیں جبکہ دوسرا طبقہ سنیوں کا ہے۔ جو خاص طور پر سعودی عرب کے وہابیوں پر مشتمل ہے۔ یہ عناصر بظاہر کسی مذہبی ادارے سے وابستہ دکھائی نہیں دیتے۔مگر یہ اپنے فہمِ اسلام میں یکتا اور ناصحانہ رویہ رکھتے ہیں۔القاعدہ' افغان طالبان' حزب التحریر اور بڑے پیمانے پر دیگر اسلامی انتہا پسند تحریکیں اسی کیٹیگری سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ عناصر ماضی کے طریقہ کار کو نا صرف قبول کرتے ہیں بلکہ یہ ان میں توسیع بھی چاہتے ہیں۔ یہ زیادہ سخت طریقہ کار اختیار کرنے کے حامی ہیں۔انہوں نے قرآن وسنت میں ترقی پسند اور تحمل پر مبنی رویہ اختیار کرنے کے بجائے بزعم خود نئے قواعد اخذ کر لیے ہیں۔تقریباً تمام ہی بنیاد پرست عناصر دہشت گردی کی حمایت کرتے ہیں بلکہ ان کی اس نوعیت کی سرگرمیوں میں ''دشمن'' کے ساتھ مسلمان بھی مارے جاتے ہیں۔

(۲) روایت پسند (TRADITIONALISTS):

یہ عناصر بھی دو گروہوں میں بٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔یعنی قدامت پسند روایت پسند گروپ اور اصلاح پسند روایت پسند گروپ۔اوّل الذکر کا خیال ہے کہ اسلامی قانون اور روایت پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔اس مقصد کے لیے وہ ریاست کے کردار اور سیاسی حکام کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ یہ گروپ دہشت گردی اور تشدد پر یقین نہیں رکھتا۔ یہ عناصر تاریخی طور پر بدلتے ہوئے سیاسی حالات کے عادی ہیں۔ان کا موقف ہے کہ اگر اسلامی حکومت موجود نہ ہو تب بھی روزمرہ زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق گزارنی چاہیے۔ان کی نظر میں جدید طرزِ زندگی ایک بڑا خطرہ ہے۔ یہ تبدیلی کے راستے میں مزاحم ہوتے ہیں۔اسی گروپ میں اسلامی دنیا، تیسری دنیا اور مغرب میں رہنے والوں میں اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔روایت پسندوں کا دوسرا گروپ یعنی اصلاح پسند طبقہ ہمیشہ قابلِ توجہ اور موجود رہا ہے۔ یہ گروپ اصلاح کے لیے ہونے والے مباحثوں کے لیے آمادہ رہتا ہے۔ یہ طبقہ نئی تعبیرات وتشریحات کے لیے بھی تیار رہتا ہے۔ان میں لچک پائی جاتی ہے۔

(۳) جدّت پسند (MODERNISTS):

یہ عناصر اسلام کے موجودہ فرسودہ (آرتھوڈکس) نظام میں دوررس تبدیلیوں کے حامی ہیں۔ یہ مقامی اور علاقائی نقصان دہ طریقوں اور روایتوں کو ختم کرنے کے حامی ہیں۔ یہ عناصر اسلام کی تاریخیت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کا یقین ہے کہ جس اسلام پر حضرت محمد (ﷺ) کے دور میں عمل کیا جاتا تھا۔ اس میں آفاقی سچائی موجود تھی اس وقت کے تاریخی حالات میں اس پر عمل درآمد موزوں تھا۔ تاہم اب اس اسلام پر عمل ممکن نہیں۔ کیونکہ وہ (VALID) نہیں رہا۔

(۴) سیکولرسٹس (SECULARISTS):

یہ عناصر کا موقف ہے کہ مذہب کو فرد کا ذاتی معاملہ ہونا چاہیے۔ اسے سیاست اور ریاست سے بالکل علیحدہ ہونا چاہیے۔ ان کا کہنا ہے کہ ریاست کو فرد کے مذہب میں کسی بھی طور پر مداخلت کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے۔ تاہم مذہبی رسوم کو انسانی حقوق اور ملکی زمین کے قانون سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ ترکی کے کمال اتاترک جنہوں نے مذہب کو ریاست کے سخت کنٹرول میں دے دیا تھا۔ وہ اسی اسلامی ماڈل کی نمائندگی کرتے ہیں۔

مذکورہ گروپوں میں بظاہر کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ البتہ ہم عصر اسلامی مباحث میں ان گروہوں کے تضادات نظر آتے ہیں۔ ہم عصر اسلامی جدوجہد میں یہ اپنے کنٹرول کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔

سیکولر طبقوں کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے کہ اسلام کیا چاہتا ہے اور کیا نہیں چاہتا۔ معتدل مزاج سیکولرسٹ طبقہ یہ چاہتا ہے کہ ریاست اس بات کی ضمانت دے کہ لوگ اپنے عقیدے کے مطابق عمل کرنے میں آزاد ہوں۔ ان کے نزدیک مذہب فرد کا ذاتی معاملہ ہے اور یہ انسانی حقوق اور شہری قوانین کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ **شدت پسند سیکولرسٹ** جن میں کمیونسٹ اور غیر دین دار افراد شامل ہیں وہ کلی طور پر مذہب کے ہی خلاف ہیں۔

قدامت پسند روایت پرست افراد قرآن وسنت، اسلامی قوانین، فتاویٰ اور قابلِ احترام علماء کے فیصلوں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ **اصلاح پسند روایت پرست** افراد بھی انہی ذرائع کو اختیار کرتے ہیں۔ تاہم یہ اسلام کی متبادل تشریحات کی تلاش بھی جاری رکھتے ہیں۔ یہ افراد اسلام اور جدیدیّت کے درمیان کشمکش سے پوری طرح باخبر ہوتے ہیں۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کا اسلام مستقبل میں بھی کارآمد رہے۔

بنیاد پرست عناصر اسلام کے اصولوں پر سختی سے کاربند رہتے ہیں۔ غیر اخلاقی سرگرمیوں کے سدِّ باب کے لیے عورتوں اور مردوں کو الگ تھلگ رکھا جاتا ہے۔ خواتین کو معاشرتی سرگرمیوں سے الگ رکھا جاتا ہے۔ ریاست کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر جگہ اسلامی قواعد کو نافذ کرنے کے اقدامات کرے۔ نظریاتی اعتبار سے یہ اپنے نظام کو پسند کرتے ہیں۔ اور اسے ہر جگہ نافذ کرنا چاہتے ہیں۔

جدت پسندوں کا نقطہ نظر ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں افراد اپنے اپنے تقوے کے مطابق اظہار خیال کر سکتے ہیں۔ان کا نظام دیگر مذاہب کے ساتھ پُر امن طریقے سے ایڈ جسٹ ہوجاتا ہے۔ بنیاد پرست اور جدت پسند دونوں ہی اپنے اپنے آئیڈیل وژن کو اپنے مسائل کے حل کے لیے بطور حوالہ استعمال کرتے ہیں۔ گوکہ اسلام میں نئی ایجادات و اختراعات کی کوئی گنجائش نہیں تاہم یہ اسے مختلف طور پر بیان کرتے ہیں۔

انتہا پسند بنیاد پرست اجتہاد کو اعلیٰ مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔تشریحات کے اعتبار سے یہ ایک متنازعہ طریقہ ہے۔کوئی روایت پسند شاید ہی اس دلیل کو تسلیم کرے گا کہ قرآن اور حدیث کا ''تکنیکی اعتبار'' سے دفاع کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ نبی ﷺ کی روایت کی روح کے عین مطابق نہیں ہے۔اس لیے انہیں ترک کردینا چاہیے۔

جب امریکی حکومت کی ایجنسیاں مسلم خواتین کے سر ڈھانپنے کے حق کو تسلیم کرلیتی ہیں تو گویا وہ ڈریس کوڈ کے اس تقاضے کو برداشت اور تحمل کے اس سگنل کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے ایک علامت کے طور پر تسلیم کررہی ہوتی ہیں۔اس طرح وہ بنیاد پرستوں اور قدامت پرست روایت پسندوں سے ہم آہنگ ہونا چاہ رہی ہوتی ہیں۔

جمہوریت اور انسانی حقوق:

انتہا پسند بنیاد پرست عناصر سیاسی نظریات کے بارے میں جو آراء رکھتے ہیں۔انہیں حزبِ اسلامی اور حزبُ التحریر جیسے دو ذرائع سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔حزبِ اسلامی کے مطابق پارلیمنٹ اور دیگر جمہوری ادارے ''شرک'' کے کھلے مظاہر ہیں۔ جہاں عوام کو اقتدار سونپ کر اللہ سے مقابلے کی تیاری کی جاتی ہے۔جو نا قابلِ معافی گناہ ہے۔ یہ تخلیق کے مقاصد سے متضاد بھی ہے۔ان کا مقصد یہ ہے کہ ایک صحیح نظام نافذ کیا جائے

گرین کا کہنا ہے کہ...... ''یہ تہذیبوں کا تصادم نہیں ہے اور نہ ہی یہ ثقافتوں کا ٹکراؤ ہے۔اسلام مغرب کا مخالف نہیں یہ کسی کا بھی مخالف نہیں۔ بلکہ ان کا واحد مقصد دنیا میں اسلام کو کلی طور پر نافذ کرنا ہے۔ جہاد کی تین خصوصیات ہیں پہلی یہ کہ تمام شکوک کو دور کرلیا جائے اس کا دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی سرزمین کو دشمن کے قبضے سے آزاد کرایا جائے اور حتمی مرحلہ یہ ہے کہ ایمان نہ رکھنے والوں پر اللہ کے نظام کو نافذ کرنے کے لیے اُن سے لڑائی کر کے کھلا راستہ بنایا جائے۔''

بالکل اسی طرح حزب التحریر بھی خود کو ایک سیاسی پارٹی قرار دیتی ہے۔جس کا نظریہ (آئیڈیالوجی) اسلام ہے یہ خلافت کے نظام کا احیاء چاہتی ہے۔اس کا کہنا ہے کہ...... ''دستور کو اسلامی ہونا چاہیے کیونکہ جمہوری نظام ''کفر'' پر مبنی ہوتا ہے جبکہ اسلامی نظام میں شریعت کو بالادستی حاصل ہوتی ہے۔اسلامی نظام میں امت بالادست نہیں ہوتی۔اصل قانون ساز اللہ ہے جبکہ خلیفہ صرف کتاب وسنت کے مطابق دیئے گئے حق کو استعمال کرتا ہے۔اسی لیے یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ اسلام ایک جمہوری نظام کا تقاضا کرتا ہے۔یا کسی اسلامی جمہوریہ کی بات کی جائے۔''

کثیرالازدواجی:

بنیاد پرست عناصر کثیرالازدواجی کو تسلیم کرتے ہیں ۔ اس عمل کو افغانستان میں طالبان نے دوبارہ متعارف کرایا۔اس عمل کا وہاں درست استعمال نہیں کیا جاسکا۔کثیرالازدواجی کا ایک شاخسانہ بچپن کی شادیاں بھی ہیں۔ بنیاد پرست معاشروں میں یہ عام سی بات سمجھی جاتی ہے۔

طالبان اور افغانستان میں موجود القاعدہ جبری شادیوں کو بھی درست قرار دیتے رہے ہیں۔اس عمل کی قرآن بھی جنگ کے پس منظر میں اجازت دیتا ہے۔مغرب میں رہائش پذیر اصلاح پسند روایت پسند اور قدامت پرست روایت پسند کثیرالازدواجی کی توثیق نہیں کرتے۔ان کی اکثریت اسے تسلیم بھی نہیں کرتی۔ان کا موقف یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ جہاں بھی رہیں وہاں کے ملکی قوانین کا احترام کریں۔

البتہ وہ اس بات پر معترض نہیں ہوتے کہ اگر کسی مسلمان کی ایک بیوی اپنے ملک میں موجود ہے اور وہ پردیس آنے کے بعد یہاں دوسری شادی کر لیتا ہے چاہے وہ حصول علم یا ملازمت کے لیے پردیس آیا ہوا ہو۔ایک اسلامی ویب سائٹ میں ایسے ہزاروں افراد کے لیے جو پردیس میں دوسری شادی کے خواہاں ہوں موزوں رشتوں کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔

روایت پسند جو جدت پسندوں کے زیادہ قریب سمجھے جاتے ہیں وہ کثیرالازدواجی کو ناپسند کرتے ہیں۔اس حوالے سے کوئی شبہ نہیں کہ قرآن ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دیتا ہے اور حضرت محمد (ﷺ) اور دیگر اسلامی شخصیات نے اس پر عمل بھی کیا ہے تاہم روایت پسند بھی اس عمل کو تسلیم کر کے اس کا دفاع کرتے ہیں۔

جب تک (حضرت) خدیجہ (رضی اللہ عنہا)' (حضرت) محمد (ﷺ) کی اہلیہ تھیں' اس وقت تک انہوں نے دوسری شادی نہیں کی تھی۔ان دنوں ان پر اسلامی احکامات کا نزول ہونا شروع ہوا۔مسلمانوں کا کہنا ہے کہ ان کے پیغمبر کی ایک سے زائد شادیوں کا مقصد اتحاد کے قیام' سیاسی ضرورتوں اور فلاحی مقاصد کے لیے تھا' نہ کہ ذاتی مقاصد کے لیے۔ان کا موقف ہے کہ ان شادیوں کے ذریعے کوئی سیاسی اتحاد قائم کیا گیا یا کسی دوست کی بیوہ کی کفالت کی گئی۔

مسلمانوں کے ابتدائی ادوار میں کثیرالازدواجیت ایک ''فلاحی منصوبہ'' (ویلفیئر پروجیکٹ) تھا۔یہ مردوں کی کمی کا ایک جواب بھی تھا۔کیونکہ مردوں کی اکثریت جنگ میں کام آجاتی تھی۔جس کی وجہ سے عورتوں کی تعداد زیادہ رہتی تھی۔ان بیواؤں کو تحفظ کی ضرورت پیش آتی تھی۔

ایک سے زائد شادیوں نے اسلام سے قبل کے معاشرے میں عورتوں کے غلط استعمال کے رجحان کو روک دیا۔ شادی کو چار بیویوں تک محدود کر دیا گیا۔یہ شرط رکھی گئی کہ مرد ان چار عورتوں سے یکساں سلوک روا رکھے گا۔اس طرح عورتوں کے قانونی اور معاشی حقوق کے تحفظ کی ضمانت لی گئی۔(جاری ہے)

سید یونس الحسنی

خیر کو شر، ظلمت کو ضیاء کہتے ہیں

حکومت حاضرہ نے مدارس دینیہ کے نصاب ونظام تعلیم کے خلاف اپنی مرحلہ وار مہم کا آغاز کر کے اس تاریخی رسم بد کی از سر نو نیو اٹھائی ہے جس کی داغ بیل غلام ہندوستان میں برطانوی سامراج نے ڈالی تھی۔ مسلمانوں کو نیچا دکھانے کے لیے انہوں نے ساری توانائیاں صرف کر دی تھیں۔ عیسائی مشنریوں نے جا بہ جا بائبل سوسائٹیاں، ہسپتال، فلاحی مراکز اور تعلیمی ادارے قائم کر کے انتہائی جارحانہ انداز سے تبلیغی سرگرمیاں شروع کر دیں، شہری زندگی کے ہر شعبہ میں اس طوفان مغربیت کے اثرات تیزی سے ظاہر ہونے لگے۔ لباس، خوراک، آداب مجلس، علوم حاضرہ اور فنون جدیدہ پر تمدن اسلامی کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی۔ سوسائٹی کا رنگ روپ گردش لیل ونہار کے ساتھ بدلنے لگا، گویا تہذیب فرنگ اچھے خاصے پر پرزے نکالنے لگی تھی۔ مرعوب مسلمانوں میں یہ خیال راسخ کر دیا گیا کہ انگریزی تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتے۔ کفر کی اس یلغار کا غیور مسلمانوں نے جان توڑ مقابلہ کیا۔ مناظرے کئے اور ردعیسائیت میں محکم دلائل و براہین سے بھرپور لٹریچر مہیا کیا ۔ بایں ہمہ بہت سے لوگوں نے مشنری اداروں میں داخلے لیے مابعد کے حالات وواقعات شاہد ہیں کہ ان اداروں میں پڑھے افراد کی خاصی تعداد نے عیسائی مذہب قبول کر لیا اور جو بچ گئے وہ پیدائش اور نام کے اعتبار سے مسلمان مگر عملاً تہذیب مغرب کے بحر مردار میں غرقاب ہو کر اس کے سچے وفادار بن گئے۔ ان جاں گسل لمحات میں علمائے کرام میدان عمل میں نکل کھڑے ہوئے اور اسلامیان ہند کی ڈانواں ڈول نیا کے کھیون ہارے بن گئے۔

☆ وہ جو مساجد میں مسلم بچوں کو اسرار خودی اور رموز بے خودی سے آشنا کرتے تھے خم ٹھونک کر سامنے آ گئے۔

☆ انہوں نے برصغیر کے گوشے گوشے میں دینی مدارس قائم کئے جن کا نصاب زمانے کے لحاظ سے قدیم وجدید کا حسین امتزاج تھا۔

☆ مبلغین اسلام قریہ قریہ بستی بستی پھیل گئے اور لوگوں کو آزادی کی برکات اور غلامی کے مضمرات سے آگاہ کرتے رہے۔

☆ مدارس کی تعلیم کے اثرات سے تمدن اسلامی نکھر کر سامنے آتا چلا گیا اور معاشرت مسلمہ نابود ہونے سے بچ گئی۔

☆ لوگوں کے دلوں سے فرنگی کا خوف' حرف غلط کی طرح مٹ گیا اور وہ انقلاب زندہ باد کا نعرہ ہائے رستا خیز بلند کرنے لگے۔

تاج برطانیہ کو بوریا نشین علماء بری طرح کھٹکنے لگے اور ان کے قائم کردہ ادارے بھی ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے

۔وہ انہیں اپنی تہذیب اور سیاست کے لے شدید خطرہ سمجھنے لگے چنانچہ سرکار انگلینڈ نے علمائے دین کا سحر توڑنے کے لیے ان پر انتہا پسند، جنونی اور خونی ملا جیسے الزامات کی بھرمار کر دی۔ ان پر اپنے فرزندان ناہموار کے ذریعے وہ گند اچھالا، انہیں خاک وخون میں تڑپایا، پسِ دیوارِ زنداں دھکیلا، عبور دریائے شور کی سزائیں دیں، انہیں توپوں سے باندھ کر اڑایا، پیٹ چاک کر کے درختوں سے لٹکایا گیا۔ چشم فلک ششدر و حیراں تھی کہ اس نے ایسا تماشا پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا مگر یہ بھی ایک تاریخی صداقت ہے کہ عشاق دین متین اور لیلائے حریت کے متوالوں کا خون بیگناہی ایک چنگاری کی طرح سلگتا رہا اور تھوڑے ہی عرصہ بعد اس نے شعلۂ جوّالا بن کر تخت افرنگ کے غرور و تکبر اور تمکنت کا استبدادی محل زمیں بوس کر دیا۔

اسلامی جمہوری پاکستان میں علماء اور مدارس دینیہ آج ایک بار پھر اسی ابتلاء کا شکار ہیں۔ ہم غلامی نما آزادی کی نحوست سے دوچار ہیں۔ علم و آگہی کے سرچشمے آج پھر سزاوار نیستی اور حکمرانوں کی ہمہ وقتی زباں درازی کا ہدف ہیں۔ پرانا سبق سیاق وسباق سمیت دہرایا جا رہا ہے۔ آقایان ولی نعمت کا مرتب کردہ نصاب بزور اقتدار ان میں رائج کرنے کی نامشکور سعی کی جا رہی ہے تاکہ دعوت وعزیمت کا عہد بہار آفریں عروج آشنا نہ ہونے پائے۔ ایثار و قربانی کی داستان حسین رقم نہ ہو سکے۔ عزائم حریت کا آتش فشاں کبھی نہ ابلے۔ آزادیوں کا مہر عالمتاب قطعاً طلوع نہ ہو۔ ہاں اگر کچھ ہو تو یہ کہ اینگلو امریکن سامراج تمام خطرات یا خرخشوں سے محفوظ ہو جائے۔ عجیب اتفاق ہے کہ برطانوی ہند کے مرعوب مسلمانوں کی نژاد نو یہاں ہمہ مقتدر ہے۔ اس نے اپنے آباواجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سازشوں کے ایسے جال پھیلائے ہیں کہ پناہ بخدا۔ ان کے سلوگنز ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) درس نظامی سائنسدان، انجینئر یا ڈاکٹر پیدا نہیں کرتا۔ یہ مفید شہری پیدا کرنے میں ناکام رہا ہے، اسے تبدیل ہونا چاہیے۔

(۲) مختلف مسالک کے مدارس قوم میں تقسیم در تقسیم کے ذمہ دار ہیں جس سے ملکی سلامتی کو خطرات لاحق ہیں۔

(۳) مدارس میں درس جہاد دیا جاتا ہے جس سے دہشت گردی جنم لے رہی ہے۔

(۴) مدارس کے سٹاف میں اعلیٰ جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا شامل ہونا ضروری ہے تاکہ ان کی توجہ سے باشعور جدت پسند روشن خیال لوگ پیدا ہو سکیں۔ اس طرح فرقہ پرستی کا خاتمہ ہوگا اور قوم اتحاد و یکجہتی کے ثمرات سے فیض یاب ہوگی۔

(۵) مدارس لازمی طور پر ماڈریٹ کردار کے حامل ہونے چاہئیں اسی لیے ان میں جدید نصاب تعلیم لاگو کرنا اشد ضروری ہے۔

وطن عزیز کے تمام سرکاری تعلیمی ادارے آزادی کے ستاون سال بعد بھی لارڈ میکالے کی تعلیمی اصلاحات کے سحر سے نجات حاصل نہیں کر سکے۔ ان میں پروان چڑھنے والی نسلیں خون اور رنگ کے اعتبار سے تو پاکستانی ہیں مگر مذاق، رائے، الفاظ اور سوجھ بوجھ کے اعتبار سے انگریز ہیں۔ ان کا مذاق دین بیزاری اور ان کے الفاظ اداسیوں کے مہیب مدفن۔

وہ یقیناً ایسی ہی جماعت کی صورت ہیں جو اپنے بالواسطہ حکمرانوں اور ان کی بالواسطہ رعایا کے درمیان محض مترجم بن کر رہ گئی ہیں۔فرنگی چیمپنزی نے یہی خواب دیکھا تھا جو ہم خود پورا کر رہے ہیں۔ ان تباہ کن کیفیات کی مزاحمت کرنے والے آج بھی انہی عظیم اسلاف کے پیروکار علماء ہی ہیں جو اپنی وطنی شناخت ،اسلامی تہذیب وتمدن کی حفاظت کے لیے پھر سے میدان میں خم ٹھونک کر کھڑے ہیں۔ یہ اسی لیے گردن زدنی ہیں، جہاد اسی لیے دہشت گردی ہے،تمدن دینی کے احیا کا نعرہ اسی لیے بنیاد پرستی ہے، اسلامی نظام تعلیم طرز حیات پر ڈٹے رہنا اور اس کی ترغیب دینا اسی لیے انتہا پسندی ہے۔ دوسری طرف ہماری نسل نو اپنے اطوار سے عورت مرد کی تمیز کھو بیٹھی ہے۔لڑکوں نے نیکریں اور لڑکیوں نے پتلونیں پہن لی ہیں۔ موجودہ حکومت شاید اسی کو روشن خیالی اور جدت پسندی کا نام دیتی ہے۔بچوں کی خودسری نت نئے پیغام دے رہی ہے؛ جس سے ہر دردمند دل بے چینیوں کے اوقیانوس میں ڈوبتا جا رہا ہے۔ بے کلی بڑھتی جا رہی ہے۔اضطراب ایک طوفان بلاخیز کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔لوگ کچھ اس انداز سے سوچنے لگے ہیں کہ امریکہ کی بے دام غلامی نے ہمارا تشخص تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی تاریخ دہرائی جا رہی ہے لیکن اس دفعہ یہ کام کرنے والے ہمارے اپنے حکمران ہیں کوئی اور نہیں؛ ہر زبان پر ایک سوال بڑی شدومد سے آتا رہتا ہے۔کیا ہم اپنی بربادی کے داعی ہیں؟ اس کا جواب کون دے گا؟ وانا میں اغیار کے کہنے پر تباہی پھیلانے والے حکمران یا تہذیب مغرب کے پجاری مرعوب مسلمان؟ جہان نو کے خداؤ!، بولو جواب دو کہ ہماری سماعتیں منتظر ہیں۔لیکن شاید......

ہم خود اپنی بربادی کے داعی ہیں
خیر کو شر ظلمت کو ضیاء ہم کہتے ہیں

تبدیلی ٹیلی فون نمبر

مرکزِ احرار دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

کا ٹیلی فون نمبر تبدیل ہو گیا ہے۔قارئین نوٹ فرمالیں۔

نیا نمبر: 061-4511961 پرانا نمبر: ~~061-511961~~

خالد مسعود خان

روشن خیال نظام تعلیم کی ایک جھلک

کیا اس بات پر یقین کیا جاسکتا ہے کہ یہ باتیں محض اتفاق سے پے در پے وقوع پذیر ہورہی ہیں؟ اگر یہ واقعتاً محض اتفاق ہی ہے تو ان اتفاقات کا اندراج گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں ہونا چاہیے۔ سیکنڈری کلاسز کے کورس سے سورۂ توبہ نکال دی گئی۔ یہ قرآن مجید کی واحد سورہ ہے‘ جس کے آغاز میں ’’بسم اللہ الرحمن الرحیم‘‘ نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خداوند کریم اس سورہ میں کفار اور غیر مسلموں بارے اپنے غیض وغضب کا شدید اظہار کرتا ہے اور ان کے ساتھ سختی کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ مشرکوں بارے عتاب الٰہی سے بھرپور یہ سورہ درسی کتب سے نکال دی گئی۔

پھر ایک این جی او کے ذریعے بنوائی گئی ایک رپورٹ میں یہ سفارشات پیش کی گئیں کہ دوقومی نظریہ نفرت کی علامت ہے۔ محمد بن قاسم نے چوری چھپے حملہ کر کے دھرتی کے بیٹے راجہ داہر جیسے بے ضرر انسان کو حکومت سے بے دخل کیا اور قتل کر دیا۔ انگریزی سامراج کے خلاف حصے نصاب سے خارج کیے جائیں۔ میجر طفیل‘ راجہ عزیز بھٹی‘ راشد منہاس اور دیگر نشان حیدر حاصل کرنے والے افراد کا تذکرہ نصاب سے نکالا جائے‘ کیونکہ اس سے ہندوؤں کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے۔ تحریک پاکستان کے باب میں سے ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام کو حذف کر دیا جائے‘ کیونکہ اس سے نئی نسل کے دل میں ہندوؤں اور سکھوں بارے بے جا نفرت پیدا ہورہی ہے۔ محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری جیسے حکمرانوں کا ذکر بھی اس نفرت کو ہوا دیتا ہے۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان دوستی کا معاہدہ تھا اور آپس میں بڑے خوشگوار تعلقات تھے اور مسلم اور یہودی اسلامی ریاست کے شہری بن گئے اور اسی طرح کی اور بے شمار گمراہ کن تجاویز دی گئیں‘ جسے اس وقت کی وزیر تعلیم زبیدہ جلال کی مکمل تائید حاصل تھی۔ اسی بنا پر امریکی حکومت انہیں ’’ونڈر فل لیڈی منسٹر‘‘ کے طور پر یاد کرتی ہے۔

پھر یہ بھی محض اتفاق ہے کہ شناختی کارڈ کے فارم سے مذہب کا خانہ اور ختم نبوت بارے حلف نامہ ختم کرنے کی کوشش کی گئی‘ تاہم اس سلسلے میں متوقع عوامی احتجاج کے خوف سے دوبارہ یہ حلف نامہ شناختی کارڈ کے فارم میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کر دیا گیا اور اب اسے دوبارہ شامل کرنے کے مطالبے کے بعد اس پر ایک کمیٹی بنادی گئی ہے‘ جو خدا جانے کن بنیادوں پر اس بارے اپنا فیصلہ سنائے گی‘ کیونکہ یہ کمیٹی اس بارے کسی قسم کی عوامی رائے جاننے کی نہ تو کوئی کوشش کر رہی ہے اور نہ ان کا ایسا کوئی ارادہ ہے۔ تاہم بدنیتی واضح کرنے کے لیے کمیٹی کے ارکان

کی سلیکشن ہی کافی ہے‘ کیونکہ اس قائم کردہ کمیٹی سے مذہب کے خانے کی دوبارہ پاسپورٹ میں شمولیت کی امید نہیں کی جاسکتی۔

گزشتہ تین برسوں کے دوران امریکی دانشوروں‘ ایجنسیوں اور تھنک ٹینکس نے مسلم دنیا بارے جتنی بھی رپوٹیں جاری کی ہیں‘ ان میں مسلمان ملکوں کے نظامِ تعلیم کو بنیادی ہدف بنانے کی سفارش کی گئی ہے۔ عراق پر قبضے سے ایک سال پیشتر جون ۲۰۰۲ء میں عراقیوں کے لیے امریکہ نے درسی کتب تیار کرلی تھیں اور ۱۰؍اپریل ۲۰۰۴ء کو بغداد پر کنٹرول حاصل کرنے کے آدھے گھنٹے بعد امریکہ نے عراق کے لیے جاری کی جانے والی سب سے پہلی امداد عراقی نظامِ تعلیم سے منسوب کی تھی۔

اب یہ بھی محض اتفاق ہے کہ پاکستان کے تعلیمی اداروں کو بتدریج آغا خان امتحانی بورڈ کے حوالے کرنے کی سازش پر باقاعدہ عملدرآمد شروع ہو چکا ہے اور پہلے مرحلے پر غیر سرکاری سکولوں کو اس امتحانی بورڈ سے وابستہ کیا جارہا ہے ہماری شرح خواندگی جو پہلے ہی بوجہ غربت دنیا میں انتہائی نچلی سطح والے ملکوں کے برابر ہے‘ گزشتہ چند برسوں سے سیلف فنانس‘ سیلف سپورٹ اور لوٹ مار کے بے شمار اعلیٰ تعلیم کے دعویدار پرائیویٹ اور سفید پوش خاندانوں کے چشم و چراغوں کو زندگی بہتر بنانے کی دوڑ سے باہر نکال دیا ہے۔ اس کی ایک مثال آغا خان میڈیکل کالج ہے‘ جس کی سالانہ فیس علاوہ ہوسٹل اخراجات ساڑھے تین لاکھ سے زائد ہے۔ بہتر اور اعلیٰ تعلیم کی فراہمی کے دعویداروں کو شاید یہ علم نہیں کہ ملک کی آبادی کی اکثریت براہِ راست فیسوں سے متاثر ہونے والی کلاس سے تعلق رکھتی ہے۔

اس وقت ملک میں قائم سرکاری تعلیمی بورڈ طالب علم کی رجسٹریشن کی فیس مبلغ تین سو روپے وصول کرتا ہے‘ جبکہ آغا خان بورڈ میں یہی رجسٹریشن تین ہزار آٹھ سو روپے فی طالب علم یعنی سرکاری بورڈ سے ساڑھے بارہ گنا سے بھی زائد وصول کی جائے گی۔ موجودہ تعلیمی بورڈوں میں میٹرک کی امتحانی فیس تقریباً سات سو روپے اور انٹرمیڈیٹ کے لیے نو سو روپے ہے‘ جبکہ آغا خان بورڈ کی امتحانی فیسوں کا تناسب بھی تقریباً یہی ہے‘ جو رجسٹریشن کا ہے۔ اسی طرح ڈی ریگولیشن کے محبوب تصور کے تحت درسی کتب بے پناہ مہنگی ہو جائیں گی اور طلبہ یہ کتابیں خریدنے پر مجبور ہوں گے‘ کیونکہ آغا خان بورڈ کے الحاق کے شرائط نامے کی شق 3.3 کے مطابق ”سکول لازماً اسی قومی نصاب کو اختیار کریں گے‘ جسے آغا خان یونیورسٹی بورڈ جاری کرے گا“ یعنی نصاب کا تعین اور انتخاب آغا خان بورڈ کی صوابدید پر ہوگا۔

آغا خان امتحانی بورڈ کے ڈائریکٹر تھامس کریسٹی جو برطانوی نژاد انگریز اور مانچسٹر یونیورسٹی کے سابق ڈین ہیں اور ان کے ہمراہ یونیورسٹی کے فرنٹ مین مسٹر شمس قاسم لاکھا ہیں۔ ۱۳؍اگست ۲۰۰۳ء میں امریکی ادارے یونائیٹڈ سٹیٹس ایجنسی فار انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ (USAID) نے آغا خان یونیورسٹی سے کراچی میں ایک معاہدہ کیا‘ جس پر اس وقت کی پاکستان میں امریکی سفیر نینسی پاول اور آغا خان یونیورسٹی کے نمائندے شمس قاسم لاکھا نے دستخط کیے۔ اس تقریب میں اس

وقت کی وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال صاحبہ (امریکی حکومت کی جانب سے قرار دی گئی ''ونڈر فل لیڈی منسٹر'') اور سندھ کے وزیر تعلیم عرفان اللہ مروت بطور سرکاری گواہ موجود تھے اور اس معاہدے کے تحت حکومت امریکہ نے آغا خان یونیورسٹی کو اپنے امتحانی بورڈ کی تعمیر و ترقی کے لیے ۴۵۰ لاکھ ڈالر عطا کیے اور ساتھ ہی یہ مژدہ بھی سنایا کہ جب تک یہ بورڈ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو جاتا' اسے امداد دی جاتی رہے گی۔

ایک زمانہ تھا طلبہ ایسی باتوں پر احتجاج کرتے تھے' لیکن اب یہ عالم ہے کہ مجموعی بے حسی کے عالم میں ملکی نظام تعلیم بتدریج امریکی پالیسیوں کے عین مطابق مغربی ایجنڈے کو سامنے رکھ کر تبدیل کیا' بلکہ برباد کیا جا رہا ہے اور طلبہ اساتذہ اور سب سے زیادہ متاثر ہونے والا فریق والدین بھی خاموش ہیں۔ لے دے کر اس بے حس اور ہر معاملے سے لاتعلق معاشرے میں طلبہ کا ایک گروہ اسلامی جمعیت طلبہ ہے' جو قومی تعلیمی نظام' جو پہلے ہی خاصا برباد شدہ ہے' کو مزید برباد ہونے سے بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ تاہم معاشرے کی مجموعی بے حسی اور حکمرانوں کی یکطرفہ سوچ کے باعث ان کی صدائے بازگشت بھی نقار خانے میں طوطی کی آواز بن کر رہ گئی ہے۔ خدا تعالیٰ ان نوجوانوں کو ہمت' حوصلہ اور اجر عظیم عطا کرے کہ وہ اس مردہ معاشرے میں اپنی موجودگی کے ذریعے زندگی کی رمق کا احساس دلا رہے ہیں۔

صدر پاکستان نے ۱۴/ اکتوبر ۱۹۹۹ء کے ہنگامی حالات کے نفاذ کے حکم اور عبوری دستور کے حکم نمبر ۹۔۱۹۹۹ء کے تحت حاصل اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ایک آرڈیننس جاری کیا' جس کے مطابق یہ آرڈیننس '' آغا خان یونیورسٹی ایگزامی نیشن بورڈ ۲۰۰۲ء'' کے نام سے جاری ہوا۔ اس کے آرٹیکل نمبر ۶ کے مطابق ''امتحانی بورڈ کو معقول حد تک فیسیں عائد کرنے کا اختیار ہوگا (یہ معقول فیسیں سرکاری قائم کردہ امتحانی بورڈوں سے ساڑھے بارہ گنا زائد ہیں)۔ آرٹیکل نمبر ۸ کے مطابق اس آرڈیننس کے تحت نیک نیتی سے کیے گئے تمام کام کسی عدالتی دعووں اور قانونی کارروائیوں سے محفوظ ہوں گے۔

آغا خان بورڈ جیسے امریکی ایجنڈے پر کام کرنے والے تعلیمی ادارے پاکستانی معاشرے کو کس جانب لے جانا چاہتے ہیں' اس کا اندازہ کرنے کے لیے آغا خان ایجوکیشن سروس پاکستان کی جانب سے کلاس نہم سے گیارہویں جماعت تک کے طلبہ و طالبات کے ''بالغانہ صحت کے سروے'' کے لیے مرتب کردہ سوالنامہ میرے سامنے ہے اور میں گزشتہ کئی روز سے اس شش و پنج میں تھا کہ اس سروے کے سوالنامے کو اخبار میں چھاپا جا سکتا ہے؟ پھر مجھے خیال آیا کہ جو سوالات نویں، دسویں اور گیارہویں جماعت کے طلبہ و طالبات سے پوچھے جا سکتے ہیں' وہ بھلا ان کے والدین اخبار کے ذریعے کیوں نہیں پڑھ سکتے؟ خاص طور پر ''روشن خیال'' پاکستان میں تو ان سوالات کا باقاعدہ جواز پیدا ہوتا ہے۔ سروے فارم کے چند سوالات درج ذیل ہیں۔ والدین اندازہ خود کریں کہ ہمارا آئندہ کا تعلیمی نظام کن ہاتھوں میں دیا جا رہا ہے۔

☆ آپ کے خیال میں پاکستان میں ایڈز کا سب سے خطرناک ذریعہ کون ہے؟

O (۱) غیر محفوظ جنسی تعلقات (کمرشل ورکز' ایک سے زیادہ جنسی تعلقات

(۲) مرد سے مرد کا جنسی تعلق' وغیرہ۔ (ص۹)

☆ آپ خود کو کس طرح ایڈز سے متاثر ہونے سے بچا سکتے ہیں؟

O (۱) محدود جنسی تعلقات قائم رکھنے سے

(۲) کمرشل جنسی ورکر سے گریز

(۳) حکیمی جڑی بوٹیوں کے استعمال سے' وغیرہ۔ (ص۱۰)

☆ مندرجہ ذیل جملوں میں سب سے زیادہ اہمیت کون سے جملے رکھتے ہیں؟

O (۱) اپنی مرضی سے زندگی گزارنا

(۲) اپنا ہم سفر خود چننا

(۳) شادی اور بچے وغیرہ۔ (ص۲۲)

☆ ان میں سے کون سی چیزیں آپ نے پچھلے چھ مہینوں سے کی ہیں؟

O (۱) والدین سے جھوٹ بولنا

(۲) مزے کے لیے سکول سے فرار ہوئے

(۳) دکان سے چرا کے بھاگے

(۴) گھر سے بھاگے/دوستوں کے بہکاوے میں آ کر غلط کام کیا

(۵) شراب پی' وغیرہ۔ (ص۲۲،۲۳)

☆ کیا آپ دوستوں سے گرل فرینڈ/بوائے فرینڈ رکھنے کی خواہش کا اظہار کر سکتے ہیں؟

O (۱) جی ہاں' (۲) بالکل نہیں' (۳) میں کر سکتا ہوں' وغیرہ۔ (ص۲۳)

☆ کیا آپ نے کبھی جنسی تعلقات استوار کیے؟

O (۱) ہاں' (۲) نہیں۔ (ص۲۳)

☆ اگر ہاں' تو پہلی بار جنسی تعلقات استوار کرتے وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

O (۱) تیرہ سال سے کم عمر میں (۲) تیرہ سال کی عمر میں (۳) چودہ سال کی عمر میں (۴) پندرہ سال کی عمر میں'

(۵) سولہ سال کی عمر میں' (۶) سترہ سال یا اس سے زیادہ کی عمر میں' وغیرہ۔ (ص۲۳)

☆ جو آپ درست سمجھتے ہیں ان پر صحیح کا نشان لگائیں۔

O (۱) میں اپنی جنسی اقدار اور عقیدوں کی وجہ سے پریشان ہوں

(۲) میں نے کبھی بھی کسی سے جنسی تعلقات نہیں رکھے

(۳) میرے گرل / بوائے فرینڈ کے ساتھ جنسی تعلقات ہیں

(۴) میں اپنے جنسی رویے پر شرمندگی محسوس کرتا ہوں

(۵) میرے جنسی تعلقات کی وجہ سے میرے دوست حسد کرتے ہیں۔ (ص ۲۴)

☆ کیا آپ شراب پیتے ہیں؟

O (۱) ہاں میں پیتا / پیتی ہوں

(۲) نہیں! میں نہیں پیتا / پیتی ہوں

(۳) کبھی کبھار پیتا / پیتی ہوں۔ (ص ۲۷)

☆ ہمارے معاشرے میں اخلاقی اقدار اور اصولوں کو بہت اہمیت حاصل ہے، آپ کے خیال میں کیا ایک لڑکی کا شادی سے پہلے جنسی تعلقات رکھنا جائز ہے؟

O (۱) اخلاقی طور پر غلط ہے۔ (۲) بالکل غلط نہیں۔ (۳) میں نہیں جانتا۔ (ص ۲۸)

☆ آپ جن کو درست سمجھتے ہیں، ان پر نشان لگائیے۔

O (۱) میرے دوست جی بھر کر تمام قسم کے جنسی تعلقات میں حصہ لیتے ہیں۔

(۲) میں وہ کرنا چاہتا ہوں، جو میرے دوست کرتے ہیں۔

(۳) دو محبت کرنے والوں کے لیے شادی سے پہلے جنسی تعلقات ٹھیک ہیں۔ (ص ۲۸)

مجھے کچھ خاص یقین نہیں کہ میرے درج بالا سوالات اخبار میں چھپ جائیں گے۔ اگر یہ سوالات چھپ جائیں تو قارئین سے درخواست ہے کہ وہ آج کا اخبار بچوں کے ہاتھ نہ آنے دیں۔ (سرکاری سطح پر قرار دیا گیا ''روشن خیال پاکستان'' اندر سے ابھی تک قدامت پسند ہے) میں ان سوالات کو لکھتے ہوئے بھی شرمندگی محسوس کر رہا تھا، لیکن ان معاملات کو عوام خصوصاً والدین کے سامنے آنا چاہیے، تاکہ انہیں پتہ چلے کہ حالات کدھر جا رہے ہیں۔ حکمران ملک کی معاشرت کو کدھر دھکیل رہے ہیں اور ''روشن خیالی'' کا خبط ہمیں کہاں لے جا رہا ہے۔ یہ آئندہ کے روشن خیال تعلیمی نظام کی صرف ایک جھلک تھی۔

(مطبوعہ: ''خبریں''۔ ۱۹/ جنوری ۲۰۰۵ء)

پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام

وانا کے بعد بلوچستان آپریشن

جنرل پرویز مشرف نے جیو چینل پر انٹرویو دیتے ہوئے کچھ تازہ ارشادات فرمائے ہیں: مثلاً: ''بلوچستان کے اندر تخریبی کارروائیاں کرنے والے باز آجائیں۔ ورنہ انہیں کچل کے رکھ دیا جائے گا۔ انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ یہ ۱۹۷۰ء کی دہائی نہیں کہ آپ پہاڑوں پر چڑھ جائیں گے۔'' جنرل صاحب یہ ارشادات نوکِ زبان پر نہ بھی لاتے تو لوگوں کو اس بات کا پتہ ہی ہے کہ حکومت کے پاس بے پناہ طاقت ہے۔ وہ جب چاہے، جس کو چاہے کچل کے رکھ سکتی ہے۔ وہ ہر طرح سے شرپسندوں کو نیست و نابود کر دینے کی طاقت رکھتی ہے جس کا مظاہرہ ابھی کل کی بات ہے کہ اس نے وانا آپریشن میں کر کے بھی دکھا دیا ہے۔

جنرل صاحب کے اس بیان کو سن کر مجھے جنرل یحییٰ خان کے وہ بیان یاد آ گئے' جو انہوں نے شیخ مجیب الرحمٰن کو دھمکی دیتے ہوئے کہے تھے کہ میں ''اس ''باسٹر'' کو سیدھا کر کے رکھ دوں گا۔'' اس کے ساتھ ہی جنرل ٹکا خان کا وہ بیان بھی میرے دل و دماغ کی سکرین پر تیزی سے گھوم گیا کہ ''مجھے اس بات کی ذرا پروا نہیں ہے کہ تاریخ میں میرا نام کس حوالے سے محفوظ رہے گا' میرے سامنے ملک کا جغرافیہ ہے' تاریخ نہیں ہے۔'' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ اندازِ گفتگو صحیح اور درست ہے؟

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ ''تُو کیا ہے؟''
تمہی کہو کہ ''یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟''

یہ وارننگ اور دھمکیاں صرف پاکستانیوں کے لیے ہی ہیں۔ ایک طرف یہ سختی اور دوسری طرف اتنی نرمی کہ آپ کے سامنے ہندوستان نے کشمیر کی سرحد پر باڑ لگا دی آپ کچھ نہ کر سکے۔ بگلیہار ڈیم کا منصوبہ بنا تو آپ خاموش رہے اور جب تعمیر شروع ہوئی تو آپ نے شور مچانا شروع کر دیا۔ اب اس شور سے آپ قوم کو کیا تاثر دینا چاہتے ہیں۔ جو تأثر آپ قوم کو دینا چاہتے ہیں' قوم اُسے مسترد کرتی ہے۔

اس وقت جب کہ ملک اندرونی طور پر انتہائی مشکلات اور بے پناہ مسائل سے دوچار ہے۔ بلوچستان میں ایک نیا محاذ کھولنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ گلگت میں کرفیو نافذ ہے اور نہ جانے کتنے لوگ اپنی جانوں کا نذرانہ حالات کی دہلیز پر پیش کر چکے ہیں۔ قادیانیوں کی سازشیں اہل ایمان کو چین نہیں لینے دیتیں۔ پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ ختم کرنے پر ملک کے اندر تحریک شروع ہے۔ وردی کا مسئلہ ایک الگ ہے۔ بھارت کے ساتھ جس طرح سے تعلقات استوار کئے جا رہے

ہیں۔ باعثِ تشویش ہیں۔ کشمیر کے مسئلے پر بھارت کی طرف سے ’’اٹوٹ انگ‘‘ کی وہی پرانی رٹ سنی جارہی ہے‘ جب کہ ہم بتدریج اپنے موٴقف سے دستبرداری کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ ملک کے سیاسی حالات کو تشویش ناک حد تک خراب کر کے رکھ دیا ہے۔ پارلیمنٹ کی حیثیت واہمیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ فیصلے پارلیمنٹ کی بجائے نیشنل سیکورٹی کونسل میں ہوتے ہیں اور پارلیمنٹ صرف اور صرف ان فیصلوں پر مہر تصدیق ثبت کردیتی ہے۔ مہنگائی نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ترقیاتی منصوبے بناتے وقت عوامی مفادات کو یکسر نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ ہر منصوبہ اس طرح سے بنایا جاتا ہے کہ ملک کے امراء و روٴسا امارت کی بلندیوں کو مسخر کرتے ہوئے ملک کی معیشت پر مزید قابض ہوسکیں۔ ملک کی پوری معیشت چند خاندانوں کی میراث بن کے رہ گئی ہے۔ جب کہ غریب نان ونفقہ کے لیے ترس کے رہ گیا ہے۔ ابھی چند دن پہلے وزراء کی فوج ظفر موج کی تنخواہوں میں پندرہ فی صد اضافہ ہوچکا ہے جس پر جنرل پرویز مشرف کا تبصرہ ہے کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہمارا خزانہ اتنا کمزور نہیں ہے کہ تنخواہوں میں اس اضافے کا بوجھ نہ اٹھا سکے۔

ہمارے جنرل صاحب کو شاید اس بات کا احساس تک نہیں ہے کہ بلوچستان میں جنگ کی صورت حال پیدا ہوچکی ہے۔ سوئی گیس کے پائپوں پر آئے دنوں کا حملہ انتہائی خطرناک صورت اختیار کرچکا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق تازہ حملوں میں جہاں پر کروڑوں روپے کا نقصان ہوا ہے وہاں حکومت کے کئی اہلکار بھی لقمۂ اجل بنے ہیں۔ پائپ لائنیں اور ’’پیوری فیکیشن پلانٹ‘‘ کی تباہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ظاہری طور پر ہورہا ہے اس سے کہیں بڑھ کر بباطن ہوچکا ہے۔ تبصرہ کرنے والوں کے مطابق اس معاملے میں خود امریکہ بھی ملوث ہوسکتا ہے‘ جو یہ نہیں چاہتا کہ بلوچستان کے اندر چائنا کا عمل دخل اس قدر زیادہ ہو کہ اس کے اثر ورسوخ پر زد پڑے۔ ایران کا نام بھی لیا جارہا ہے کہ وہ اپنی بندرگاہوں کے نزدیک گوادر کی بندرگاہ کے وجود کو خطرناک سمجھتا ہے۔ پھر افغانستان اور بھارت بھی اس صورت حال میں ملوث ہوسکتے ہیں‘ جہاں پر اتنی طاقتوں کا استعمال در پردہ ان کارروائیوں کے پیچھے ہونے کا امکان ہو‘ وہاں ایسے مہلک اور خطرناک بیانات جو جنرل صاحب نے دیئے ہیں۔ کسی طور بھی سراہے نہیں جاسکتے۔

یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ ’’نائن الیون‘‘ کے بعد پاکستان بڑا طاقت ور ملک بن چکا ہے۔ پاکستان کے اسلحہ خانوں میں بعض انتہائی مہلک اور موٴثر ہتھیاروں کا اضافہ ہوچکا ہے کہ جن کے خلاف یہ ہتھیار استعمال ہوگئے۔ انہیں خبر بھی نہیں ہوگی کہ ان کے ساتھ کیا ہوگیا ہے۔ بندہ ایک لمحہ میں راکھ کی ایک مٹھی میں تبدیل ہوسکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب کچھ اپنوں کے لیے ہی ہے؟ کیا اب ایسے لوگوں کے ساتھ مذاکرات نہیں ہوسکتے؟ جو بنگالیوں کی طرح ناانصافیوں کے خلاف کب سے نہ جانے کیا کچھ کہہ رہے ہیں۔ ہمارے خیال میں جنرل صاحب کو اب اپنا غصہ ذرا کم کرنا چاہیے اور ایسے لوگوں کے ساتھ مذاکرات کر کے ان کے جائز مطالبات تسلیم کرلینے چاہئیں اور اپنی جائز باتیں ان سے

منوالینی چاہیے۔ان مسائل کا صرف ایک یہی حل ہے‘ جوملک اورقوم کی بہتری کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ہم اس مسئلہ پر سابق وزیراعظم میرظفراللہ جمالی کی تائید کرتے ہیں جنہوں نے درست کہا ہے کہ

’’یہ حقوق کا مسئلہ ہے۔ یہ حالات حکومت سے دانش مندی، دوراندیشی ،فراخدلی اورمتنازعہ معاملات کوسیاسی انداز میں حل کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔‘‘

لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے سقوطِ ڈھاکہ کے دلخراش سانحہ سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔ یہ ملک بڑی مشکلات کے بعد وجود میں آیا۔اب اسے ہر لحاظ سے مضبوط و مستحکم ہونا چاہیے۔ لہٰذا وانا آپریشن کے بعد بلوچستان آپریشن کی تیاریوں کی محبّ وطن لوگ موجودہ حکومت کی اس روش کوتشویش کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے‘اس کی مذمت کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ معاملات کو مذاکرات کے ذریعے حل کیا جائے۔ جنگ نفرتوں کوجنم دیتی ہے اور ہم اب نفرتوں کے متحمل ہرگز نہیں۔

☆......☆......☆

بقیہ از صفحہ ۳۶

قامت میانہ، بدن اکہرا، رنگ سرخ و سپید، آنکھیں اس عمر میں بھی آہُوانِ صحرا دیکھ لیں تو چوکڑی بھول جائیں۔نجیب الطرفین، ذات سیادت، پیشہ وزارت، انا کا مجسمہ، بے نیازی کی تصویر، انجمن آرائیوں سے محترز،خلوت کا شیدائی، خطابت میں یگانہ،صحافت میں منفرد، سیاست میں یکتا، عالم متبحّر، زبردست مجتہد،حسن چہرے میں ہو یا آواز میں ‘اس کی دل پذیری پر جی جان سے فدا۔

دماغ یورپی،طبیعت عجمی، دل عربی، وجود ہندوستانی،مزاج کے اعتبار سے تاناشاہ،یعنی ان کے قالین پر بال ہو اور وہ ان کوچھوجائے یا آپ کی آواز میں حسن نہ ہواور آپ الفاظ کی نوک پلک کا خیال کیے بغیران کے سامنے بولنے لگیں تو انہیں فوراًنزلہ ہونے لگتا ہے۔آپ ان کی ایک آدھ کروٹ ہی سے محسوس کرلیں گے۔کہ ان کی طبیعت منغض ہوگئی ہے۔ ان کے سامنے بولنا بڑے جی گردے کا کام ہے۔وہ بولتے نہیں آبشار کی طرح بہتے ہیں۔

ابوالکلام نہ ہوتے تو تاج محل ہوتے اور اگر تاج محل انسانی پیکر میں ڈھل جائے تو وہ ہرگز ہرگز ابوالکلام نہیں ہوسکتا۔

آفاقہا گردیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

سید یونس الحسنی

......اور اب بلوچستان!

جنوبی وزیرستان پر کرب واضمحلال کی تباہ کن کیفیات مسلط کرنے کے ساتھ ساتھ اب ہمارے حکمرانوں کی ''گڈ گورنس'' نے رقبے کے لحاظ سے وطن عزیم کے سب سے بڑے صوبے بلوچستان کو اضطراب مسلسل میں مبتلا کر دیا ہے۔ یہ ایسا علاقہ بن چکا ہے جہاں سچ اسیر، روشنیوں پہ قدغن اور ظلمت آزاد ہے۔ بلوچ عوام اور سرداروں کے زیادہ تر مطالبات بالکل درست ہیں اور وہ فوری طور پر تسلیم کیے جانے ضروری ہیں مثلاً:

(۱) صوبہ بلوچستان ترقی کی دوڑ میں دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ پسماندہ ہے' اسے ترجیحی طور پر اپ گریڈ کیا جانا چاہیے اور اس معاملے میں صرف بلوچوں کو شامل کیا جائے۔

(۲) پولیس وسول بیوروکریسی اور تعلیمی میدان میں صرف بلوچ افسران وکارکنان کی صلاحیتوں سے کام لیا جائے دیگر صوبوں کے لوگوں کو خود ساختہ مصلحتوں کے تحت وہاں مسلط نہیں کیا جانا چاہیے۔

(۳) بلوچستان کے کسانوں کو زرعی ترقی کے لیے آسان ترین شرائط کے تحت زیادہ سے زیادہ قرضے دیئے جائیں۔

(۴) فوج میں بلوچوں کو معقول حصہ دیا جائے۔

(۵) معدنی وسائل بلاشبہ قومی ملکیت ہیں مگر ان پر متعلقہ قومیت کا حق فائق ہے۔ لہٰذا بلوچوں کو اپنے چولہے گیس سے جلانے کی سہولت جلد از جلد فراہم کرنے کا بندوبست کیا جائے اور اس معاملے میں سطح مرتفع کو بہانہ بنانے سے گریز کیا جائے۔

(۶) کاشتکاروں کو پانی کی فراہمی بہر طور یقینی بنانے کے لیے جدید ترین وسائل سے استفادہ کیا جائے کیونکہ کاریزوں کا قدیمی سلسلہ عہدِ حاضر کے تقاضوں کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔

(۷) گوادر میگا پروجیکٹ میں بلوچوں کو فوقیت کے ساتھ ملازمتیں دی جائیں۔ اسی فیصد لیبر بلوچوں سے لی جائے اور انتظامیہ میں بھی انہیں کوٹہ سسٹم کی بجائے وافر حصہ دیا جائے تاکہ ان کی محرومیوں کا خاطر خواہ ازالہ ہو اور احساس کمتری سے وہ چھٹکارا پاسکیں۔

فوجی چھاؤنیوں کے متعلق ردِّعمل میں ہم بلوچ سرداروں کے کسی بھی طرح ہم نوا نہیں ہوسکتے۔ بلوچستان اسلامی جمہوریہ پاکستان کا صوبہ ہے۔ اس ملک کی حکومت کو پورا پورا حق ہے کہ وطن کی اندرونی اور نظریاتی سرحدوں کے دفاع سے غفلت نہ برتے بلکہ ملک میں جہاں چاہے جب چاہے اپنے معسکر قائم کرے تاکہ کوئی بدخواہ اپنی ریشہ دوانیوں سے وطن کا جغرافیہ بدلنے کی جرأت نہ کرسکے۔ البتہ فوجی حکومت کی حمایت میں ہم کبھی نہیں کرسکتے کہ یہ شعبہ سیاست دانوں کا ہے۔ اسی طرح فوج کی عوام پر چڑھائی اور جنگ مسلط کرنے کی بھی مذمت کرتے ہیں۔ ہمیں حکومت وقت کی بہت سی سیاسی و اخلاقی پالیسیوں سے شدید اختلاف ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں اور ہم ان پالیسیوں کو امریکی ڈکٹیشن کے عین مطابق

سمجھتے ہیں۔ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ جنرل پرویز کا راج سنگھاسن جارج ڈبلیو بش کے سہارے کھڑا ہے۔ بایں ہمہ یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے کہ بلوچستان میں فوجی چھاؤنیوں کی تعمیر پر بلوچ سرداروں اور ان کے باجگزاروں کی پریشانی رہے گی اور ہیجانی کیفیات کلیتہً بلاجواز ہیں۔ انہیں کھل کر اپنے تحفظات کا افشردہ کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ کن وجوہات کی بنا پر وہ اپنے صوبے میں ان کی مخالفت کر رہے ہیں۔ آخر انہیں کس بات کا خطرہ ہے؟ اربابِ حکومت سے ہماری دردمندانہ گزارش یہ ہے کہ اپنی حکم عدولی پر قوم پرست بلوچوں کو غدار کہنے کا سلسلہ بند کر دے کہ وہ آزاد قبائل کی طرح ہمارے وطن کے سربکف اور بے لوث محافظ ہیں۔ ان کی حب الوطنی شک و شبے سے بالاتر ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اختلاف رائے رکھنے والوں پر وطن دشمنی کا لیبل چسپاں کرنے میں سابقہ لیگی حکومتوں اور ان کے ترجمان اخبارات نے الفاظ کا بے دریغ استعمال کیا ہے۔ آج بھی صورت حال جوں کی توں ہے۔ یہ کوئی اچھا شگون نہیں۔ ایسی چیرہ دستیوں سے تو بھلے چنگے انسان کا دماغ کوئی نئی کروٹ لے سکتا ہے۔ وطن عزیز کو اس عفریت سے بچانا ہم سب کا خصوصاً اہل اقتدار کا فرض ہے۔

دراصل پرویز حکومت کا سابقہ ریکارڈ انتہائی ناقابل رشک ہے۔ افغان پالیسی میں یوٹرن نے ایسے گل کھلائے کہ جن سے خوشبو کی بجائے تعفن کے بھبھوکے اٹھ رہے ہیں اور نہ جانے کب تک قوم ان کے اثرات بد سے پھیلنے والے امراض کا علاج کرتی کراتی رہے گی۔ اب وزیریوں کو خون میں نہلایا جا رہا ہے اور ساتھ ہی بلوچستان میں بھی کچے پکے راگ الاپ کر لوگوں کو انٹ شنٹ سننے اور ماننے پر مجبور کیا جا رہا ہے، جس سے مضطرب و بے چین ہونا فطری سی بات ہے۔ اسی لیے قبائل بھی پہاڑوں پر مورچہ زن ہو چکے ہیں۔ حکمران اپنے دشمن اوّل بھارت سے تو مذاکرات کا ڈول ڈالے ہوئے ہیں مگر اپنوں سے کہنے سننے پر آمادہ و تیار نہیں۔ شاید اسی حکومتی رویے سے شاکی ہو کر بلوچوں نے بھی ہتھیار اٹھا لیے ہیں۔ ہماری سوچی سمجھی رائے ہے کہ امارت اسلامی افغانستان کی بربادی اور طالبان مجاہدین کا خون بے گناہی ہمارے لیے بڑے وبال کا سبب بنا ہوا ہے۔ اس لیے اب بلوچستان کو بخش دیا جائے، ان پر بمباری اور توپ خانے سے فائرنگ کرنے کی بجائے مل بیٹھ کر مسائل سلجھائیے، ان کی آنکھوں کے روزن سے ان کے دلوں میں اترنے کی سعی کیجیے، ان کے افق پر بھی خوشحالیوں کے ماہتاب ترنے دیجیے، ان پر تہمتوں کے طومار کی بجائے ان کی آہوں اور سسکیوں کو مسکراتے گلابوں کا آہنگ دیجیے، خود راہزن بننے کی بجائے انہیں سارقوں کی دسیسہ کاریوں سے بچائیے ورنہ مستقبل کا مؤرخ آپ سے کوئی رورعایت نہیں کر پائے گا اور جلی حروف میں لکھے گا:

تم خود تھے مسیحا کے طلبگار مسلسل
گلشن کا ہر اک شخص تھا بیمار مسلسل
تم اپنے لیے چنتے تھے غمخوار مسلسل
چلتی تھی وطن پر تری تلوار مسلسل

سید ابوذر بخاریؒ

شہیدِ تیغِ ابنِ سباء

درمنقبت: دامادِ رسول، امامِ مظلوم وشہید خلیفۂ راشد سیدنا عثمان بن عفان (سلام اللہ ورضوانہ علیہ)

(تاریخ شہادت: ۱۸؍ذوالحجہ)

شہیدِ حق جو ہیں اُن کا ماتم، کبھی کیا ہے نہ ہم کریں گے
وہ لوگ محسن ہیں اُن پہ ہرگز، کبھی نہ ایسا ستم کریں گے

نبی کے داماد اور صحابی ، نبی کے برحق سوم خلیفہ
جبیں عقیدت کی ان کے در پر، بڑی محبت سے خم کریں گے

شہیدِ حق نے ہی خوب سمجھا تھا رازِ اُلفت ،مقامِ اُلفت
ہم ان کی عزت پہ مرنے مٹنے کا کچھ ذرہ بھی نہ غم کریں گے

نبی نے اُن کو یہ کی وصیت اتارنا مت قمیص وخلعت
بھرم خلافت کا رکھنا قائم، کہ خود ہی مالک کرم کریں گے

شہید ِ حق پر خدا کی رحمت ،ادا کیا حقِ جانشینی
ہم اس جیالے غنی کے قرباں، تمام جاہ وحشم کریں گے

ہوئے وہ امت کے حق پہ قرباں، کسی کا موروثی حق نہ سمجھا
نمازِ الفت میں اپنا کعبہ، انہی کا نقشِ قدم کریں گے

شہیدِ حق کا مقام سمجھا ، تو خود کو ان کا غلام سمجھا
انہی کو اپنا امام سمجھا ، انہیں کا اونچا علم کریں گے

وفا شعاری حلالیوں کا نشانِ ایثار بن چکا ہے
خدا سے وعدہ کیا ہے پورا ، اسے خدا کی قسم کریں گے

پروفیسر عابد صدیق مرحوم

روئے مُصحف پہ بنا جس کا لہو سرخ لکیر

پیکرِ حلم و حیا، حضرتِ عثمانِ غنیؓ
کُفوِ شاہِ دوسَرا، حضرتِ عثمانِ غنیؓ
جس کا شیوہ تھا عطا -- حضرتِ عثمانِ غنیؓ
جس سے راضی ہے خدا، حضرتِ عثمانِ غنیؓ

☆☆☆

جس کو اللہ نے پہنائی خلافت کی رِدا
شاہِ کونینؐ سے جس کو ہوئے دو نور عطا
وہ حیادار، فرشتے بھی کریں جس سے حیا
بعد شیخینؓ کے افضل جو سب امت میں ہُوا

☆☆☆

ہاتھ جس شخص کا دستِ شہِ عالمؐ ٹھہرے
شاہِ کونینؐ کی جنت میں رَفاقت جو کرے
شان میں جس کی شہنشاہِ دوعالمؐ یہ کہے
''ہے معاف آج کے بعد اُس کو جو چاہے وہ کرے''

☆☆☆

جیشِ عُسرت کے لیے اُس نے ہی سامان کیا
وسعتِ مسجدِ مرسلؐ کا شرف جس کو ملا
بئرِ رومہ سے مسلمانوں کو سیراب کیا
جس کو خوش ہوکے دعا دیتے تھے محبوبِ خداؐ

پوری امت میں نہ تھی جس کی سخاوت کی نظیر
بعدِ بوبکرؓ و عمرؓ پوری جماعت کا امیر
اہلِ مکہ کی طرف تھا جو محمدؐ کا سفیر
روئے مُصحف پہ بنا جس کا لہو سرخ لکیر

☆☆☆

وہ خلافت کا امین اور وہ مظلوم شہید
حافظِ وحیِ خدا، جامعِ قرآنِ مجید
جس کے اموال کا مصرف رہا جنت کی خرید
دی گئی جس کو کئی مرتبہ جنت کی نوید

☆☆☆

رِفق و شفقت میں یگانہ تھا جو -- وہ نرم خصال
بردباری و تحمل کی نہیں جس کے مثال
دورِ فتنہ میں رہِ حق پہ کیا صبر کمال
جان دے دی، نہ کیا اُس نے مدینے میں قتال

(۱۹۸۳ء)

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

پھول

میرا ساتھی
میرا ہمدم
بہت ہی پیارا
دوست عدیل
جوانی میں ہی
ہم سے
کیونکر روٹھ گیا ہے
اس دنیا سے دور گیا ہے
کہاں گیا ہے؟
قسمت والا
پیار، محبت، الفت والا
میں نے ڈھونڈا
میں نے پوچھا
کوئی نہ اُس کا
اَتا پتا تھا
اک دن سوچا
باغ میں جاؤں
پھول گلاب کے
لے کر آؤں
قبر پہ جاؤں
اپنا روٹھا یار مناؤں
باغ میں جا کر
اک اک پھول
میں نے دیکھا
میں نے بھالا
اس سے کیا گزری مجھ پر
بات یہ میری سمجھ میں آئی
بندہ ہو کر
مجھے یہ حق ہے
اپنی پسند کے
پھول میں توڑوں
میرے سچے مالک کو بھی
حق تھا' پھول گلاب کا توڑے
دوست عدیل
گلاب تھا جس کو
مالک نے ہی توڑ لیا تھا

شورش کاشمیریؒ

مولانا ابوالکلام آزادؒ
(قلمی چہرہ)

میرا خیال ہے جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے' مولانا ابوالکلام آزادؒ سے میری عقیدت کا رشتہ استوار ہے اور اس میں کبھی کوئی کمی نہیں ہوئی ہے۔ میں نے رہنماؤں میں سب سے زیادہ محبت انہی سے کی ہے۔ قید خانے میں مجھ سے یوسف مہرعلی نے پوچھا تھا: اگر تمھیں رہنماؤں میں سے ایک رہنما منتخب کرنے کے لیے کہا جائے اور کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب تو تم کس کا انتخاب کرو گے؟ میں نے ایک لمحہ توقف کیے بغیر جواباً کہا تھا: رہنماؤں میں ''ابوالکلام آزاد'' اور کتابوں میں ''ترجمان القرآن'' میری زندگی ان دونوں سے متاثر ہے اور میں نے قلم و زبان کے سیاسی سفر میں جو کچھ بھی حاصل کیا' وہ انہی کی بدولت ہے۔

مجھے اپنی بست سالہ سیاسی زندگی میں ہر مکتب خیال کے رہنما کی معیت میں کچھ عرصہ رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ بعضوں کو میں نے نزدیک سے دیکھا ہے اور بعض کو قریب سے سنا ہے۔ لیکن ابوالکلام آزاد سب میں آگے اور سب سے الگ ہیں۔ ان کی بات چیت اتنی شستہ و رفتہ ہوتی ہے کہ کوثر و تسنیم کی لہریں نچھاور ہوتی ہیں۔ اور لہجہ اتنا پیارا کہ الفاظ اس کی تاثیر بیان کرنے سے معذور ہیں۔ وہ واقعی ابوالکلام ہیں' جو کچھ بولتے اور جو کچھ لکھتے ہیں' اس سے انسان کا ذہن پرسش کی طرف نہیں بلکہ پرستش کی طرف جاتا ہے۔ وہ الفاظ کو رشید احمد صدیقی کے الفاظ میں اُلوہیّت کا جامہ پہناتے ہیں۔

حالات سازگار ہوتے تو وہ جمہوریۂ ہندوستان کے پہلے صدر ہوتے لیکن اب وہ کوثر و تسنیم کی ایک ایسی لہر ہیں جو گنگ و جمن کی لہروں کے ساتھ بہہ رہی ہے۔ عربوں میں ہوتے تو ابنِ تیمیہ ہوتے' ہندوؤں میں ہوتے تو اب تک ان کے بت پجتے ہوتے' لیکن وہ مسلمانوں میں تھے' اس لیے ان کے حصے میں وہ سب کچھ آیا ہے جس سے علمائے امت کی جیبیں لبریز ہیں۔

مسلمانوں میں جتنی گالیاں ابوالکلام کو دی گئی ہیں' غالباً تاریخ انسانی میں اتنی گالیاں کسی اور کو نہیں ملی ہیں۔ لیکن اس سب معرکوں میں ان کا ایک ہی جواب تھا: ''میرے بھائی! کوئی انسان خواہ وہ کسی درجے میں کیوں نہ ہو' گالی دے کر اپنی عزت میں اضافہ نہیں کرسکتا۔ البتہ احوال کا جو نقشہ آج درپیش ہے' آپ انہیں موسمی ہوائیں سمجھیے جو بہرحال گزر جاتی ہیں۔'' اور پھر اس کے بعد ایک آہ سرد جو ہونٹوں تک آ کر رک جاتی۔

باقی صفحہ ۳۰ پر

محمد عمر فاروق

اقبال دشمنی......تشنہ پہلو

پروفیسر ایوب صابر کے انٹرویو کے حوالے سے لکھے گئے میرے ایک مضمون کے جواب میں پروفیسر مذکور کا جوابی مضمون ۲۸ر دسمبر ۲۰۰۴ء کے ''نوائے وقت'' کے ادبی ایڈیشن میں اشاعت پذیر ہوا۔ میرے مضمون کا مقصد اُن کے تحقیقی کام یا اُن کی ذات پر تنقید ہرگز نہ تھا۔ بلکہ ان امور کی طرف توجہ دلانا مقصود تھا' جن کا ذکر اُن کے انٹرویو میں دانستہ یا دانستہ طور پر نہیں کیا گیا تھا۔ میری ان گزارشات کو اگر وہ صرف ذاتی تنقید سمجھتے ہیں اور میرے اٹھائے گئے سوالات کو عمداً نظر انداز کرتے ہیں تو پھر وہ تحقیق کے فرض سے جس طرح عہدہ برآ ہوتے ہوں گے' اس کا اندازہ لگانا مشکل امر نہیں ہے۔ ایک طرف تو وہ میری تنقید کو لائق تحسین قرار دیتے ہیں کہ: ''اُن کا جذبہ و اساس قومی و ملی اقدار و مقاصد سے ہم آہنگ ہے۔'' اور اسی سانس میں میری تنقید کو علمی تحقیق کے اعتبار سے افسوسناک اور مایوس کن بھی کہتے ہیں۔ حالانکہ اگر میرا کوئی حوالہ بے بنیاد اور میری کوئی سی بات من گھڑت تھی تو وہ اس کا بھانڈا پھوڑتے۔ میری تنقید جو فی الواقعہ تنقید نہیں تھی' بلکہ حقائق کی نقاب کشائی تھی جو صرف اور صرف ڈاکٹر ایوب صابر کے انٹرویو کے حوالے سے تھی' مگر وہ جوابی مضمون میں اپنی کتابوں کے مندرجات پیش کرنے بیٹھ گئے۔ حوالہ بھی اس کتاب کا جو ابھی تک پاکستان میں شائع بھی نہیں ہوئی۔

البتہ مجھے خوشی ہوئی کہ انہوں نے ایک دلیل کا اعتراف کیا ہے کہ ''صحیح بات یہی ہے کہ اقبالؒ ۱۹۳۳ء میں قادیانیوں سے مایوس ہوئے'' مگر ساتھ ہی وہ قادیانیوں کے وکیل صفائی بن بیٹھے کہ ''دراصل قادیانیوں کا اقبالؒ پر سب سے بڑا اعتراض ہی یہی ہے کہ ۱۹۳۵ء تک اقبال' احمدیوں کو مسلمانوں کا فرقہ سمجھتے تھے پھر ایکا ایکی انہیں کیوں غیر مسلم قرار دے دیا۔'' اور ایوب صابر کے مطابق ''ایسی کوئی تفصیل ۱۹۳۳ء اور ۱۹۳۴ء کے برسوں میں دستیاب نہیں ہے۔''

(جس میں اقبال کی قادیانیوں کو غیر مسلم سمجھنے میں واضح مدد ملتی ہو۔ (عمر))

راقم' اقبالیات کا ایک ادنیٰ طالب علم ہے جبکہ پروفیسر ایوب صابر جو ماشاء اللہ ماہر اقبالیات ہیں۔ وہ اگر قادیانی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر تحقیق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے تو ۱۹۳۳ء۔۱۹۳۴ء کے برس تو ایک طرف رہے' وہ صرف ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی اقبال کی نظم کا یہ شعر ہی قادیانیوں کے لیے نقل کر دیتے تو کافی تھا:

اے کہ بعد از تُو نبوت شد بہ ہر مفہوم شرک
بزم را روشن ز شمعِ نور عرفاں کردہ ای

یاد رہے کہ آنجہانی مرزا قادیانی نے ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا تھا' دوسرا حوالہ ملاحظہ کیجیے کہ ۱۹۱۶ء میں جب قادیانیوں نے اعلان کیا کہ مرزا قادیانی کی نبوت کا انکار کرنے والا کافر ہے تو علامہ اقبال نے اس کا نوٹس لیتے ہوئے یہ

بیان دیا تھا کہ ''جو شخص نبی کریم (ﷺ) کے بعد کسی ایسے نبی کا قائل ہو' جس کا انکار مستلزم کفر ہو' وہ اسلام سے خارج ہوگا۔ اگر قادیانی جماعت کا یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (گفتارِ اقبال، ص ۲۲۔ نیز ''اقبال اور احمدیت''۔ از بشیر احمد ڈار ص: ۱۷۔ اقبال کا یہی بیان قادیانی اخبار ''الفضل''، قادیان ج ۳ ص ۱۰۵، ۱۱ اپریل ۱۹۱۶ء پر بھی موجود ہے)

اقبال پر قادیانیوں کا یہ اتہام کہ وہ مجلس احرارِ اسلام کے قائدین کے کہنے پر ۱۹۳۵ء میں قادیانیوں کے شدید ناقد بن گئے تھے، بالفرض اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو علامہ اقبال کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد جو کہ سر ظفر اللہ خان قادیانی کی جانب سے سب ججی دلانے کے لالچ میں آ کر قادیانی ہو گئے تھے۔ آخر ان شیخ اعجاز احمد کی تمام اولاد کس کے کہنے میں آ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئی تھی۔ ان کا تو مجلس احرار اسلام کے بزرگوں سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ کیا اس انداز میں قادیانیوں کو دوٹوک جواب نہیں دیا جا سکتا؟

یہ درست ہے کہ علامہ اقبال نے قادیانی امت کے خلاف شد و مد سے ۱۹۳۵ء میں ہی لکھا' لیکن مذکورہ حوالہ جات یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں کرتے ہیں کہ علامہ اقبال نے قادیانی گماشتوں سے کبھی سروکار نہیں رکھا' سوائے کشمیر کمیٹی کے' کوئی ایسا دوسرا حوالہ موجود نہیں ہے کہ اقبال کے قادیانیوں کے ساتھ کبھی کسی قسم کے تعلقات اور روابط موجود رہے ہوں۔ اس کے برعکس قادیانیوں کے شدید ترین مخالفین کے ساتھ علامہ محمد اقبال کے قریبی تعلقات تادمِ مرگ قائم رہے جو اقبال کی قادیانیوں کے متعلق واضح رائے اور دوٹوک مؤقف کے مظہر ہیں۔ اقبال کے ساتھ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ (ان کے دادا نے مرزا قادیانی کے خلاف کفر کا سب سے پہلا فتویٰ دیا تھا) کے مثالی تعلقات رہے۔ اس صفحہ کی تنگ دامنی کی وجہ سے صرف ایک حوالہ پیش ہے کہ یہ تینوں بزرگ مارچ ۱۹۲۵ء میں اقبال کے ہاں ایک خاص دعوت میں شریک تھے۔ (''بادشاہی مسجد لاہور'' از ڈاکٹر عبداللہ چغتائی، ص ۳۸) مزید تفصیلات کے لیے افضل حق قرشی کی کتاب ''اقبال کے ممدوح علما'' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

''ختم نبوت اور عقیدۂ اقبال'' کے مصنف عبدالمجید خاں ساجد نے اقبال پر یہ کتاب لکھ کر اقبال کے خلاف قادیانی پروپیگنڈے کا سدِباب کیا۔ راقم الحروف نے اپنے مضمون میں عبدالمجید خاں ساجد کے اس تحقیقی کارنامے پر انہیں ''درویشِ خدامست'' کے الفاظ سے یاد کیا جو پروفیسر ایوب صابر کی طبعِ نازک پر گراں گزرے اور انہوں نے ان کی ذات کو نشانہ بناتے ہوئے اپنی خدمات کی فہرست کا پٹارہ کھول دیا۔ جنابِ والا! اگر آپ نے کوئی خدمت انجام دی ہے تو کسی سے صلہ و ستائش کی تمنا کرنا چہ معنی دارد؟ خودستائی اور خودپسندی شرعاً اور اخلاقاً بھی معیوب اور ناپسندیدہ فعل ہے، جس سے اہلِ علم و دانش ہمیشہ احتراز کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نفس کے شر سے محفوظ رکھیں آمین۔

رہی بات کہ اس درویش خدامست (عبدالمجید خاں ساجد) نے قربانی و ایثار کی کیا مثالیں قائم کی ہیں؟ اس کی ثقہ گواہی ملتان کے علمی و ادبی حلقوں سے بالتفصیل حاصل کی جا سکتی ہے جو میرے قلم سے شاید مناسب نہ ہو۔ نیز عبدالمجید

خاں ساجد کے فرزند ممتاز مزاحیہ شاعر و کالم نگار خالد مسعود خان بھی اس سلسلے میں پروفیسر ایوب صابر کی مدد کر سکتے ہیں۔ میں یہاں عبدالمجید ساجد کی اقبالیات سے متعلق چند کتب کے نام گنوانے پر ہی اکتفا کروں گا۔ تاکہ ان کی اقبالیات پر تحقیق کا اندازہ ہو سکے اور ایوب صابر کا یہ اعتراض بھی رفع کیا جائے کہ ''وہ محض ایک جزوی موضوع پر کتاب لکھ کر ''درویشِ خدامست'' کے منصب پر فائز ہو گئے تھے۔'' (۱) ''اقبال دی حیاتی'' (اقبال کی پنجابی میں پہلی مستند سوانح)، (۲) ''دل دا چانن'' (علامہ اقبال کی دس طویل نظموں کا منظوم پنجابی ترجمہ)، (۳) ''اقبال حیاتِ عصر''، (۴) ''ختم نبوت اور عقیدۂ اقبال'' یہ کتاب اپنے موضوع اور تاریخ اشاعت (۱۹۹۷ء) کے اعتبار سے بھی پروفیسر ایوب صابر کی کتاب ''اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ'' (۲۰۰۳ء) پر اوّلیت کا اعزاز رکھتی ہے۔ عبدالمجید ساجد نے شہرت و ناموری کی حرص اور حصولِ زر کی دوڑ میں شریک ہونے کے بجائے گورنمنٹ کالج ملتان میں بطور لائبریرین خاموشی کے ساتھ زندگی بسر کر دی۔

اگر دورانِ انٹرویو ایوب صابر اقبال دوست اور اقبال دشمن کتابوں کے نام مکمل نہیں گنوا سکے تو یہ ان کا قصور ہے کیونکہ جب دیگر نام لیے جا سکتے ہیں تو کچھ مخصوص نام عروسِ نو کی طرح لیتے ہوئے شرماجانا تحقیق کے اصولوں اور دیانت کے تقاضوں کے منافی ہے جو صاحبانِ علم اور اربابِ تحقیق کا شیوہ ہرگز نہیں ہے۔

جانباز مرزاؒ......حیات و ادبی خدمات

تحریکِ آزادی کے نامور کارکن اور ممتاز شاعر و ادیب جانباز مرزا مرحوم پر محمد عمر فاروق، ایم فل (اردو) کا مقالہ بعنوانِ بالا کے تحت لکھ رہے ہیں۔ (جس کی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے باضابطہ طور پر منظوری و اجازت دے دی ہے۔) جو احباب جانباز مرزا کے حالاتِ زندگی اور اُن کی تخلیقات سے متعلق معلومات رکھتے ہوں۔ نیز ان کے پاس جانباز مرحوم کی نظمیں، خطوط، مضامین اور ماہنامہ ''تبصرہ'' کے شمارے موجود ہوں، ازراہ کرم اُن کی کاپی عطا فرمائیں یا آگاہ فرمائیں۔ خود حاضر ہو کر بصد شکر یہ استفادہ کیا جائے گا۔

جانباز مرزا کی درج ذیل تصنیفات تاحال دستیاب نہیں ہو سکیں۔ ان کے متعلق معلومات مطلوب ہیں:

۱ ''حبسیاتِ جانباز'' (کلام)

۲ ''درسِ حریت'' (کلام)

۳ ''تارِ گریباں'' (کلام)

۴ ''اور دیکھتا چلا گیا''

رابطہ محمد عمر فاروق 71/10 فیصل چوک تلہ گنگ، ضلع چکوال

ضیاء الدین لاہوری

جنرل اعظم خاں ظالم
جنرل ایوب خاں کیوں نہیں؟

۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک تحفظ ختم نبوت کے نتیجے میں لاہور میں مارشل لاء نافذ ہوا تو اس وقت کے میجر جنرل اعظم خاں کو ناظمِ مارشل لاء تعینات کیا گیا۔ اس تحریک کے ضمن میں جب کہیں اعظم خاں کا ذکر ہوتا ہے تو اس کے ظلم و جور کے واقعات بھی ضرور بیان ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اس شخص کا قطعاً نام نہیں لیا جاتا جو اس تمام ملٹری ایکشن کا سربراہ تھا۔ میرا اشارہ جنرل ایوب خاں کی جانب ہے جو اس وقت بری افواج کا کمانڈر انچیف تھا۔ طریق کار کے مطابق جب انتظامیہ کسی معاملے میں فوج کی مدد چاہتی ہے تو وہ اس کے سربراہ کو درخواست کرتی ہے جو اس مقصد کے لیے کمانڈر کا چناؤ کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اعظم خاں کی نظامت میں مارشل لاء کا نفاذ جنرل ایوب خاں کے احکامات کے تحت عمل میں آیا۔ اسے حکم دیا گیا کہ تحریک کو سختی کے ساتھ کچل دیا جائے۔ اس نے ایسا کرتے ہوئے نہایت سخت گیری کا ثبوت دیا اور بے شمار مسلمان شہید کر دیئے گئے۔

اعظم خاں نے واقعی بہت ظلم کیا لیکن اس کا ذمہ دار صرف وہی نہیں بلکہ کوئی اور بھی ہے۔ اگر کسی محکمے کا کوئی اہل کار یا افسر اپنے اختیارات سے تجاوز کرتا ہے تو اس کا سربراہ اسے سزا دینے کا پابند ہے۔ بصورت دیگر وہ اس ناجائز کام میں شریک تصور کیا جائے گا۔ کیا جنرل ایوب نے اعظم خاں سے اس کے مظالم کی جواب طلبی کی؟ فوجی دفتری ریکارڈ تک رسائی ہمارے بس میں نہیں۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ جنرل ایوب نے ایسا کیا تو بتایا جائے کہ اس نے اعظم خاں کی ناجائز کارروائیوں پر کیا ایکشن لیا؟ اگر یہ جواز قائم کیا جائے کہ اسے اس الزام سے بری کر دیا گیا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ جسے ہم ظلم کہتے ہیں وہ جنرل ایوب کی نظر میں نہیں تھا۔ اگر یہ بریت انصاف ہے تو اعظم خاں نے واقعی کوئی ظلم نہیں کیا۔ اصولی طور پر جنرل ایوب ظالم کا سربراہ قرار پاتا ہے جس کے احکامات کے تحت یہ سب کچھ ہوا۔

اس تحریک کی وقتی ناکامی کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ ایوب خاں اور اعظم خاں (مؤخر الذکر کی مشرقی پاکستان سے گورنری سے سبک دوشی تک) ایک دوسرے کے بے حد معاون اور مددگار رہے۔ ایوب خاں نے اعظم خاں کو فوج میں ترقی کے مدارج طے کروائے۔ پھر جب اس نے ۱۹۵۸ء میں پورے ملک میں مارشل لاء نافذ کیا تو اعظم خاں اس کا دستِ راست تھا۔ اس نے ہی صدر سکندر مرزا سے زبردستی استعفیٰ لکھوا کر جنرل ایوب خاں کو مطلق العنان حکمران بننے میں مدد

دی۔ نتیجتاً پہلے اعظم خاں مرکزی کابینہ میں شامل رہا اور بعد میں اسے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔

یہ تو تھا ایوب خاں اور اعظم خاں میں باہمی تعلقات کا عالم لیکن ایوب خاں اور قادیانیوں میں جو قدرِ مشترک رہی وہ قادیانیوں کے خاص حلقوں میں بڑی توقیر کی حامل ہے۔ اس حلقے کے ایک رکن سے، جو سر ظفر اللہ خاں کے براہِ راست انتہائی قریب تھا۔ میرے اس وجہ سے روابط قائم ہوئے کہ ہم دونوں لندن کے ایک مکان کے ملحق کمروں میں بطور کرایہ دار رہائش پذیر تھے۔ ایک روز اس نے ایک خاص موڈ میں مجھے اعتماد میں لے کر ان حالات کا پس منظر بتایا جو ہمارے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین اور اس کی کابینہ برخاست کر دیئے جانے کا باعث ہوئے۔ ہماری سیاسی تاریخ میں یہ واقعہ بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اسے ملک میں سیاسی عدمِ استحکام کی ابتدا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہر تحریر اور بیان میں اسے گورنر جنرل غلام محمد کا محض غیر سیاسی اقدام کہا جاتا ہے مگر حقیقت میں یہ عام سیاست سے ہٹ کر ایک نہایت گھناؤنی سازش تھی۔ مجھے متذکرہ حلقے سے جو معلومات حاصل ہوئیں، وہ حیرت ناک سہی (کیونکہ اکثر قارئین کے علم میں پہلی بار آ رہی ہوں گی) مگر اس وقت کے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے درست دکھائی دیتی ہیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت خواجہ ناظم الدین کی وزارتِ عظمیٰ کے دور میں چلی۔ جلسوں جلوسوں میں وزیر اعظم پر سخت تنقید کی جاتی تھی کیونکہ بظاہر وہی ان کے مطالبات تسلیم نہ کرنے کا ذمہ دار تھا جبکہ عملی طور پر گورنر جنرل اور اس کے ٹولے میں شامل مقتدر حکام ہی دراصل حکومت تھے جو اہم معاملات میں من مرضی کے اقدامات کیا کرتے تھے۔ تحریک شروع ہونے کے کچھ عرصہ بعد مرکزی کابینہ نے یہ جرأت کی کہ قادیانیوں کے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کو نظر بند کرنے کے احکامات جاری کر دیئے۔ اس پر قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں حکومت سے بے تعلق ہو کر گھر بیٹھ گیا۔ اس دوران کابینہ کے ایک حلقے نے ایک خفیہ میٹنگ کی جس میں اس امر کے پیشِ نظر کہ مسلمانوں کے مطالبات منظور کرنے کی راہ میں گورنر جنرل غلام محمد سدِّ راہ ہے۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ تاجِ برطانیہ سے قادیانیوں کے مسئلے کا ذکر کئے بغیر انتہائی خفیہ انداز میں یہ شکایت کی جائے کہ گورنر جنرل کابینہ کے اکثر عوامی فیصلوں کو منظور کرنے کی راہ میں حائل ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے اسے سبکدوش کر دیا جائے اور اس کی جگہ فلاں (معاف کیجئے کہ راقم اس کا نام بھول چکا ہے) کو گورنر جنرل تعینات کرنے کی سفارش کی جائے۔ جب ایسا ہو جائے تو نئے گورنر جنرل سے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے فیصلے کی توثیق کروالی جائے (یاد رہے کہ ان دنوں ڈومینن ہونے کی حیثیت میں پاکستان کے گورنر جنرل کی تعیناتی تاجِ برطانیہ کا اختیار تھا) اس منصوبے میں خواجہ ناظم الدین اور سردار عبدالرب نشتر پیش پیش تھے۔ اس کے بعد یوں ہوا کہ کابینہ کے رکن پیرزادہ عبدالستار نے غلام محمد کو اس کی خبر کر دی۔ اس نے فوری طور پر کمانڈر انچیف جنرل ایوب خاں سے امداد چاہی جس کے نتیجے

میں مرکزی کابینہ برخاست کردی گئی اور اگلی کابینہ میں پہلی بار ایک باوردی کمانڈر انچیف وزیرِ دفاع بھی بن گیا۔

غلام محمد اور ایوب خاں کی یہ باہمی سازش قادیانیوں کو نئی زندگی عطا کرنے کا باعث ہوئی جس کے معترف قادیانی آج بھی ہیں۔ عامۃ المسلمین کو گمراہ سمجھنے والے ان لوگوں کو میں نے اپنے کانوں سے ایوب خاں کے ذکر میں اس کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کا لاحقہ استعمال کرتے سنا ہے۔ اتفاق سے مجھے لاہور میں ایک آنجہانی قادیانی مصنف کے گھریلو کتب خانے میں تحقیق کے سلسلے میں ایک کتاب کی تلاش میں جانا پڑا تو اندر دیوار پر ایوب خاں کی قدِ آدم تصویر آویزاں پائی۔ آنجہانی کا بیٹا تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایوب خاں کی تعریف کرنے لگا کہ اس کے باپ کو ایوب خاں نے مجلس ترقی ادب کے ذریعے ایک بدمذہب کی تحریروں پر مبنی تقریباً درجن کتابیں مرتب کرنے کے لیے لاکھوں روپے کی منظوری دی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیانیوں کا جنرل ایوب خاں کی شخصیت سے اس کی موت کے بعد بھی تعریفی رابطہ برقرار ہے جبکہ ہمارے بعض دینی حلقوں کے ذمہ دار لوگ آج بھی ایوب خان کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے۔ اعظم خان کے ساتھ ساتھ ایوب خان بھی ظالم اور قادیانی نواز تھا۔

ملک کے نامور ادیب و شاعر
عطاء الحق قاسمی، پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی
خالد مسعود خان اور سید یونس الحسنی
کی وقیع آراء کے ساتھ
شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی کا شعری مجموعہ

"چمنِ خیال"

شائع ہو چکا ہے

ضخامت: 120 صفحات ● قیمت: 100 روپے

ملنے کا پتہ بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

(پہلی قسط)
مولانا محمد مغیرہ
خطیب جامع مسجد احرار چناب نگر

مرزا قادیانی......دجل و تلبیس کا امام

مرزا غلام احمد کادیانی کے نظریات کا بغور مطالعہ کر چکا ہوں اور تقریباً تمام دعاوی پر اس کے دلائل بھی پڑھ چکا ہوں مرزا کے دعاوی اور ان پر دلائل میں اتنا بُعد ہے کہ مشرقین کے بُعد سے بھی زیادہ مگر کمال ہے کہ مرزا اور اس کے پیروکاروں کی عقل پر پردے پڑ گئے ہیں اور وہ **ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم** کا صحیح مصداق بن چکے ہیں۔غلط کو صحیح بنا کر پیش کرنے میں مرزا کادیانی ماہر ثابت ہوئے ہیں۔غلط کو اتنی ڈھٹائی کے ساتھ پیش کیا ہے کہ الامان والحفیظ۔اور معاذ اللہ جس کی ازل سے بدبختی لکھی جا چکی ہے وہ اس بھنور میں پھنس جاتا ہے۔

دین اسلام سارے کا سارا قرآن وحدیث کا نام ہے۔قرآن وحدیث عربی زبان میں ہے اور عربی زبان ہے کہ ایک ایک لفظ کے کئی کئی معانی ہیں۔میں اپنی کم علمی کے باوجود جانتا ہوں کہ ایک لفظ کے چالیس معانی بھی آتے ہیں۔اگر چالیس معانی ہیں تو کس جگہ کونسا معنیٰ کیا جاسکے گا۔اس کے لیے بہت علمی وسعت درکار ہے جس کے سہارے سے قرآن و حدیث کے ترجمہ کو صحیح کہا جاسکے گا۔مگر پڑھے لکھے لوگ بھی اتنے پڑھے لکھے نہیں ہوتے کہ وہ اتنی استعداد کے مالک ہوں۔ مثلاً سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لیے مرزا کادیانی نے تیس آیات پیش کی ہیں جن میں دو آیات ایسی ہیں کہ ان میں لفظ تَوَفّی کا آیا ہے (جس کا مادہ وفا ہے) ایک آیت سورۃ آل عمران میں **اذ قال اللّٰہ یٰعیسیٰ انی متوفیک** ہے۔جبکہ دوسری آیت سورۃ مائدہ کے آخری رکوع میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں **فلمّا توفیتنی کنت انت الرّقیب علیھم**۔مذکورہ دونوں آیتوں میں تَوَفّی کا لفظ آیا ہے اور علماء نے اس کے تین معانی لکھے ہیں۔اور تینوں قرآن میں موجود ہیں

(۱) پورا پورا دینا یا پورا پورا لینا۔**انما توفون اجورکم یوم القیٰمۃ**۔

(۲) نیند: **ھو الذی یتوفکم بالیل**۔

(۳) موت: مثلاً

تَوَفّی کے جب تین معانی آپ کے سامنے آچکے ان میں توفی کا حقیقی معنیٰ کونسا ہے اور مجازی کون سا ہے اور اس بات کو سمجھنے کے لیے مستقل قانون ہے۔اس پر بڑی بڑی کتب موجود ہیں کہ حقیقی معنیٰ کی موجودگی میں مجازی معنیٰ کب کیا جائے اور حقیقی کو کیوں چھوڑا جائے گا۔مگر مرزا کادیانی کی بھی سنیے۔ان کا اصرار دیکھئے کہ اپنی غلط بات کو کیسے دجل و تلبیس کا لباس پہنا کر اپنا الو سیدھا کرنے کے درپے ہیں اور ماننے والے ہیں کہ آنکھیں بند کر کے مانتے ہی چلے جارہے ہیں۔

مرزا کادیانی لکھتا ہے: اوّل سے آخر تک قرآن شریف میں کسی جگہ لفظ تَوَفّی کا ایسا نہیں جس کے بجز قبض روح

اور مارنے کے اور معنی ہوں (روحانی خزائن، جلد ۱۷ص ۱۰)

اس عبارت میں کتنا بڑا دعویٰ ہے عقل سے اندھے اور ہوش سے عاری لوگ اندھی تقلید کیے جا رہے ہیں جس کی کئی وجوہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ننانوے فیصد لوگ عربی گرامر سے واقف نہیں ہیں۔ اگر ایک عام عربی جاننے والا آدمی قرآن کھول کر پڑھنا شروع کر دے تو یقینی طور پر کئی جگہوں پر اس کو لفظ توفی مل جائے گا جس کے معنیٰ موت نہیں کیے گئے۔ جبکہ مرزا کادیانی نے ایک جھوٹ پر مبنی دعویٰ کر دیا ہے۔

نیز ایسے ہی مرزا کادیانی لکھتا ہے کہ: علم نحو میں صریح یہ قاعدہ مانا گیا ہے کہ توفی کے لفظ میں جہاں خدا فاعل ہو اور انسان مفعول بہ ہو ہمیشہ اس جگہ توفی کے معنیٰ مارنے اور روح قبض کرنے کے آتے ہیں (روحانی خزائن، جلد ۱۷، ص ۱۶۲)

قارئین! مرزا کادیانی کا بتایا ہوا یہ نحوی قاعدہ' علم نحو کی کسی کتاب میں نہیں ہے اور تقریباً علم نحو پر چھوٹی بڑی کتابیں جو لکھی گئی ہیں وہ سب کی سب اب دستیاب ہیں کوئی بھی نایاب نہیں ہے لیکن کسی میں بھی یہ قاعدہ موجود نہیں ہے لیکن اس جھوٹ کو ملاحظہ کیجئے۔ اس کے الفاظ کتنے رعب دار ہیں کہ ایک عام مادہ تعلیم رکھنے والا جانتا ہے کہ نحو نام کا علم تو ضرور ہے مگر اس کو کیا پتہ کہ یہ مرزا کادیانی کے دجل سے ہر بات کو مان کر آخرت خراب کر بیٹھا ہے۔

مرزا کادیانی کو عربی زبان پر کتنا عبور تھا' اس آنے والے حوالہ سے اندازہ لگائیں۔ اس کے خیال میں تَــوَفّٰــی کا معنیٰ لغتی موت سے بچانا بھی آیا ہے۔ (روحانی خزائن، جلد ۱۲، ص ۲۳)

یہ ایک علمی بددیانتی اور خیانت ہے جس کو ذکر کیا گیا ہے۔ یہ وہ دجل ہے جس کے ذریعے کسی کو کادیانیت کے شکنجے میں جکڑنے کے بعد علمی طور پر اس پر رعب ڈالا جاتا ہے کہ یہ دیکھو قرآن مجید میں ہر جگہ تَــوَفّٰــی کا معنیٰ موت ہے اور قاعدہ نحوی بھی ہے۔ چونکہ سورۃ آل عمران اور سورۃ مائدہ کی مذکورہ دونوں آیتوں میں لفظ توفی آیا ہے لہٰذا اس کا معنیٰ موت ہو گیا تو قرآن کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اب دیکھیے کہ مرزا کادیانی نے یہ عقیدہ بنایا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور اس پر جو دلیل لایا۔ اس دلیل کو اپنے حق میں استعمال کرنے کے لیے وہ بات کی جس کا سرے سے وجود ہی نہیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ باقی وہ اٹھائیس آیات جو عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر ''ازالہ اوھام'' میں لائے ہیں ان کا وفات مسیح علیہ السلام سے کتنا تعلق ہو گا۔ وفات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرنے کے لیے ایک عام وسوسہ بھی ملاحظہ فرمائیں جس کو شدّ ومد سے پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً کہیں گے کہ حضور کی عظمت' شان سب انبیاء سے بڑھ کر ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرتبہ میں حضور علیہ السلام سے یقیناً کم ہیں یہ ایسی بات ہے جو ہر آدمی جانتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء ورسل سے آپ ﷺ کا مرتبہ اور رتبہ بلند ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے بعد تمام مخلوق سے آپ کا مرتبہ بلند ہے۔ قارئین! اب کادیانی وسوسہ کا تیر چلتا دیکھیے۔ بزبان کادیانی اگر آسمان پر جانا کسی کے لیے مقرر تھا تو وہ حضور علیہ السلام تھے کہ ان کا مرتبہ سب انبیاء ورسل سے اعلیٰ وافضل ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام اٹھا لیے گئے' دوسری بات یہ ہے کہ اگر اتنی زندگی ملنی چاہیے تھی تو حضور علیہ السلام کو ملتی کہ آپ کی

نبوت قیامت تک ہے۔ درازی عمر ملی تو کم مرتبہ والے کو، حیات دراز ملی تو کم مرتبہ والے کو مگر حضور ﷺ کو موت بھی آ گئی اور مدفون بھی اسی زمین پر ہوئے تو یہ ساری کہانی مولویوں کی بنائی ہوئی ہے۔ یہ ایسا وسوسہ ہے کہ آدمی، یہ کادیانی وسوسہ سننے کے بعد ذہنی طور پر مفلوج ہو جاتا ہے۔ مگر ان عقل کے اندھوں کو پوچھنے والا کوئی نہیں کہ کسی کا لمبے عرصہ تک زندہ رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مرتبہ میں بھی اعلیٰ و افضل ہے تو پھر سوچئے! قرآن مجید نے حضرت عزیر علیہ السلام کا ذکر تیسرے پارہ میں کیا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ سو سال تک زندہ رہے نیز اصحاب کہف جو عام مسلمان تھے۔ قرآن نے ان کا تین سو سال سے زائد عرصہ تک زندہ رہنا بتایا ہے۔ کیا اللہ کے نبی حضرت عزیر علیہ السلام کا سو سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہنا حضور ﷺ سے عظمت کی دلیل ہے جبکہ آپ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی نیز حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغی زندگی ساڑھے نو سو سال بتائی گئی ہے کیا حضرت نوح علیہ السلام بھی معاذ اللہ حضور ﷺ سے عظمت میں بڑھ گئے۔ نیز آسمان پر جانا اور وہاں مستقر بنا لینا یہ عظمت کی دلیل ہے تو جبرائیل علیہ السلام کا ساتوں آسمانوں سے بھی اوپر عرش قریب رہنا اس کی دلیل ہوگی کہ وہ معاذ اللہ حضور ﷺ سے افضل و اعلیٰ ہیں، جبکہ ان کی تخلیق بھی حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کی ہے اور قیامت تک وہ زندہ رہیں گے۔ کیا کادیانی ڈھکوسلہ ہے؟

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: باپ کا مرتبہ بیٹے سے اتنا بلند ہے کہ باپ کی رضا میں اللہ کی رضا جبکہ باپ کی ناراضی اللہ کی ناراضی ہے اگر کوئی بیٹا بہت پڑھ لکھ جائے تو والد سے عظمت میں بڑھ جائے گا۔

قارئین! دجل و تلبیس کے امام مرزا غلام احمد کادیانی جس کے دعاوی ایسی ہی دجل و تلبیس سے مرصع ہیں کہ امانت و راست بازی کا نام و نشان ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔ (جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

مرکزِ احرار
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

24 فروری 2005ء
بروز جمعرات، بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

فون: 061-4511961

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

عینک فریبی

زبان میری ھے بات اُن کی

☆عید پر فاقے، چار بچوں کی ماں نے خودکشی کرلی۔(ایک خبر)

معاشی اصلاحات کے اثرات غریبوں تک پہنچنا شروع ہوگئے۔

☆پاسپورٹ میں ''مذہب کا خانہ'' بحال کیا جائے۔(آل پارٹیز ختم نبوت کانفرنس)

نکاح نامہ میں ''طلاق کا خانہ'' پُر کرنا لازمی قرار دے دیا گیا۔(پنجاب گورنمنٹ کا فیصلہ)

☆بگلیہار کے بعد، بھارت راوی پر بھی ڈیم بنائے گا۔(ایک خبر)

یک نہ شد دو شد!

☆انتہاپسند، پاکستان پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔(جنرل پرویز مشرف)

آپ سے بڑا انتہا پسند اور قابض کون ہوسکتا ہے۔

☆ قائداعظم پاکستان کو جدید اور لبرل اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے۔(وفاقی وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی)

آپ کے بیانات اور اقدامات کو دیکھ کر نئی نسل میں قائداعظم کے بارے میں شکوک پیدا ہوسکتے ہیں۔

☆کسی کو اپنی رائے دوسروں پر مسلّط کرنے کا حق نہیں۔(پرویز مشرف)

سوائے حکمرانوں کے!

☆۳۳ ممالک کی فوجیں طالبان حملوں میں کمی نہیں کرسکیں۔(افغان وزیر دفاع)

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے!

☆امریکہ نے اسلامی دنیا کے لیے بہت کام کئے ہیں۔(کولن پاول)

خاص طور پر افغانستان اور عراق میں......اب ایران و پاکستان کے لیے بھی بہت کام ہو رہا ہے۔

☆وزیروں اور مشیروں کی تنخواہ میں ۱۵ فیصد اضافہ، چھ ماہ کے بقایا جات بھی ملیں گے۔(ایک خبر)

غربت کے خاتمے کے لیے ایک اور اقدام!

☆بش نے بے نظیر اور بیرسٹر سلطان کو ناشتے پر بلالیا۔(ایک خبر)

اب کشمیر کا ناشتہ ہوگا۔

☆صدر مشرف میں مجھے بھٹو نظر آرہا ہے۔(راؤ سکندر)

مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

ادارہ

ظلمت سے نور تک

اسلام دشمنی ہی قادیانیت کی روح ہے

عالمی مبلغ ختم نبوت عبدالرحمٰن باوا کے ہاتھ ہر چار قادیانیوں کا قبولِ اسلام

لندن (خصوصی رپورٹ) دسمبر۲۰۰۴ء میں برمنگھم میں عالمی مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالرحمٰن باوا کے ہاتھ پر قادیانیت سے تائب ہونے والا خاندان' جس میں والدہ، دو بہنیں اور ایک بھائی شامل ہے' ان کو اللہ نے ایمان کی دولت سے نوازا اور قادیانیت سے تائب ہونے کا اعلان کیا۔ نومسلم خاتون کی ایک تفصیلی تحریر ختم نبوت اکیڈمی فارسٹ گیٹ لندن کے پتہ پر ۲رجنوری ۲۰۰۵ء کو موصول ہوئی۔ اس خاندان میں سب سے پہلے قادیانیت سے تائب ہونے والی ایک خاتون سودہ ہیں۔ جنہوں نے اپنی آپ بیتی بیان کی اور اس تحریر میں قادیانیت کے چہرے کو بے نقاب کیا۔ قادیانی جماعت کے جھوٹ کے سارے بھانڈے پھوڑ دیئے۔ قادیانیت سے تائب ہونے کے فوراً بعد ہی اپنے خاندان کو دعوتِ اسلام دینے لگ گئیں۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ چند ہی دنوں میں والدہ صاحبہ، ایک بہن اور ایک بھائی نے قادیانیت سے تائب ہونے کا اعلان کر کے مولانا عبدالرحمٰن باوا کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ اس خاندان میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی خاتون نے کہا ''الحمدللہ' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل سے میں نے قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام قبول کیا۔

اپنی زندگی کے ابتدائی برس میں نے ایک پرجوش قادیانی کی حیثیت سے گزارے مگر اس کے ساتھ مجھے شدت سے احساس تھا کہ میں تقریباً ایک غیر مذہبی ماحول میں رہ رہی ہوں۔ اس احساس نے جو کہ خود میرے اپنے خاندان میں جماعتِ احمدیہ میں اور میرے شوہر میں موجود تھا' مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا۔ میری سوچ میں تبدیلی کا احساس قادیانی جماعت اور میرے شوہر کو ہوا۔ اس کا نتیجہ ایک ناکام گھریلو ازدواجی زندگی کے طور پر میرے سامنے آنا شروع ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور مجھے یہ موقع ملا کہ میں صحیح طور پر اسلام کا مطالعہ کرسکوں۔ اس مطالعہ سے مجھ پر اسلام کی حقانیت اور قادیانیت کا فراڈ اور جھوٹ واضح ہوگیا۔ میں نے قادیانیت سے قطع تعلق کرنے اور اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ کچھ ہی عرصہ میں میں نے اپنے قادیانی شوہر کو خیر باد کہا اور ایک باعمل مسلمان سے شادی کرلی۔ الحمدللہ اب میں بہت خوش ہوں۔ میرا پورا سابقہ خاندان قادیانی ہے۔ سابقہ خاندان میں تقریباً بڑے لوگ قادیانی جماعت میں شامل ہیں لیکن الحمدللہ میرے اسلام قبول کرنے کے بعد میرے والدین اور بہن بھائیوں میں آدھے لوگ مسلمان ہوچکے ہیں جن میں میری والدہ، بہنیں اور ایک بھائی شامل ہیں۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ باقی افراد کو بھی اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ حال ہی میں مجھے مولانا سہیل باوا صاحب نے کہا کہ میں اپنی اس وقت کی زندگی

کے بارے کچھ لکھوں، جب میں قادیانی تھی۔ اور اسلام کا مطالعہ کر رہی تھی۔ میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ اس وقت مجھے ہمیشہ قادیانی جماعت کی طرف سے یہ باور کرایا گیا کہ میں ایک ایسی جماعت کی رکن ہوں جو اللہ کی پسندیدہ جماعت ہے۔ اگرچہ اصل صورتحال یہ تھی نہ صرف میں بلکہ پوری جماعت اس بات سے ذرہ برابر بھی واقف نہ تھے کہ حدیث وسنت کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔ اس کے باوجود جماعتی احباب خود کو انتہائی دیندار سمجھتے تھے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ جماعت کے ماہانہ جلسوں میں جو کہ نہایت باقاعدگی سے ہوتے تھے۔ کبھی بھی حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی کے بارے میں بات نہیں ہوئی بلکہ کسی دنیا دار آدمی (مرزا غلام احمد قادیانی) کو نمونہ بنا کر اس کے بارے میں گفتگو کی جاتی تھی جس کی محض دنیاوی زندگی خوش باش نظر آتی ہو اور اس بات کا بھی احساس ہوا کہ اس آدمی (مرزا غلام احمد قادیانی) کی زندگی میں قرآن وسنت کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ ایک دنیا دار قسم کے آدمی کو بطور نمونہ پیش کیا جا رہا ہے؟

میں اکثر اپنی والدہ سے پوچھا کرتی تھی کہ آخر کیا وجہ ہے، اس طرح کے ماہانہ جلسوں میں شرکت کو ایک فرض سمجھا جاتا ہے؟ مگر مجھے کبھی کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔ ملتا بھی تو کیسے؟ ہر میٹنگ میں ہمیں ایک حلفیہ بیان پڑھنا ہوتا تھا کہ ہم اپنا سب کچھ ماں باپ، بیوی بچے، جان مال، دولت غرض سب کچھ جماعت کے لیے قربان کرنے کے لیے تیار رہیں گے اور میں اکثر سوچا کرتی تھی کہ سب کچھ قربان کرنے کا یہ حلف نامہ جماعت کے لیے کیوں لیا جاتا ہے؟ یہاں اسلام کا لفظ کیوں استعمال نہیں کیا جاتا؟ میرے لیے یہ سوال انتہائی اہم تھا۔ اس طرح کی میٹنگ میں عموماً موضوع گفتگو اسلام اور اسلامی زندگی کے بجائے مختلف جماعتی ایشوز ہوا کرتے تھے اور بیشتر وقت ایک مقامی جماعت کی طرف سے دوسری مقامی جماعتوں پر مختلف قسم کے الزام اور جوابی الزام لگانے میں کٹتا تھا۔ غرض یہ کہ ان میٹنگز میں اسلام، روحانیت، سنت کا کوئی شائبہ تک نہیں ہوتا تھا جبکہ نام ''دینی جلسہ'' ہوتا تھا۔ یہ صورتحال اب بھی باقی ہے اور اکثر لوگ ابھی اس بات سے واقف نہیں کہ وہ کس شیطانی چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔ آمین۔

سالانہ جلسہ کی تیاری کے سلسلہ میں جو میٹنگز ہوتی تھیں، ان میں قادیانیوں کو کسی حد تک مذہب کے بارے میں بتایا جاتا تھا۔ میں باوجود لاکھ کوششوں کے جماعت کے ان لیکچرز کو نہیں سمجھ سکتی تھی کیونکہ ان میں استعاروں، الٹی سیدھی تاویلوں، بے ڈھنگی مثالوں کی بھرمار ہوتی تھی۔ ہر بات اصل صورت کے بجائے محض ''ظل'' اور ''بروز'' کے رنگ میں پیش کی جاتی تھی۔ ایسی صورت حال میں نہ کسی بات کا سر سمجھ میں آتا تھا نہ پیر۔ سالانہ جلسہ کیا ہوتا تھا محض ایک ''میٹنگ پوائنٹ'' تھا یا یوں کہیے کہ شادی دفتر، جلسہ گاہ کے پیچھے نوجوان لڑکے، لڑکیاں اپنی کارروائیاں جاری رکھتے جبکہ جلسہ گاہ میں بزرگ حضرات محض پھٹی آنکھوں سے خلیفہ کو سنتے رہتے۔ صورتحال اس حد تک بگڑی کہ خود خلیفہ کو سر عام ایسی حرکت پر سرزنش کرنی

پڑی لیکن خلیفہ کو یہ بات کون سمجھائے کہ جس ماحول اور جلسہ کا اسلام اور سنت سے کسی قسم کا واسطہ نہ ہو اس کا حشر ایسے ہی ہوا کرتا ہے۔ ہم میں سے اکثر لوگ محض اردو کلام سنتے اور واہ واہ کرتے تھے۔ مرزا طاہر کا خاص حکم تھا کہ واہ واہ ضرور ہونی چاہیے۔ ہمیں مرزا طاہر کے بیانات کبھی بھی سمجھ نہ آتے کیونکہ ان میں کوئی بھی بات براہ راست اسلامی تاریخ اور لٹریچر سے وابستہ نہیں ہوتی۔ مجھے مرزا طاہر کے وہ دعوے خوب یاد ہیں جو اس نے مباہلے کے بارے میں کیے تھے۔ ہمیں ہمیشہ یہی بتایا گیا کہ پوری اسلامی دنیا میں کوئی نہیں جو مرزا طاہر کے مباہلہ کے چیلنج کو قبول کرتا۔ البتہ ہمیں یہ بات بہت دیر سے معلوم ہوئی کہ مرزا طاہر جس کو مباہلہ کہتا تھا' وہ مباہلہ تھا ہی نہیں۔

بہرحال میں نے جب ان معاملات کو مولانا عبدالرحمٰن باوا سے سمجھا اور (مرزا قادیانی) کی تحریرات کو پڑھا تو مجھ پر حقیقت واضح ہوگئی کہ قادیانیت نہ صرف اسلام سے مختلف کوئی نام نہاد مذہبی ٹولہ ہے بلکہ اسلام دشمنی ہی قادیانیت کی روح ہے۔ بس اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی ہمت عطا فرمائی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مجھ پر واضح ہوگیا کہ قادیانی حضرات مرزا قادیانی کی کتابوں کو پڑھ لیں تو مزید ایک دن بھی قادیانیت سے وابستہ نہ رہیں۔ اگر کوئی آدمی مرزا قادیانی کی کتابیں پڑھ کر بھی قادیانیت سے لاتعلقی کا اظہار نہ کرے تو اس کی محض ایک وجہ ہوسکتی ہے کہ وہ کمیونٹی سے خوف زدہ ہے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ کمیونٹی کے بجائے آخرت کا خوف کھائیں۔

قادیانی حضرات سے جب پوچھا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی محض ایک مجدد تھا اور یہ کہ مرزا نے کبھی بھی نبوت اور مسیحیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ قادیانیوں کا یہ کہنا محض لاعلمی پر مبنی اور دھوکہ بازی ہے کیونکہ مرزا قادیانی کی کتابیں مرزا کو نہ صرف مجدد اور محدث بناتی ہیں بلکہ نبی، رسول، محمد، احمد، کرشنا، بدھا، عیسیٰ، موسیٰ، آدم، خدا کا بیٹا، خدا کی بیوی حتیٰ کہ خود خدا قرار دیتی ہیں۔

میرے اسلام لانے کے بعد میری دعوت پر میری والدہ، بہن اور بھائی نے مولانا عبدالرحمٰن باوا صاحب کے ہاتھ پر قادیانیت سے تائب ہونے کا اعلان کیا۔ اسی طرح دوسرے تمام قادیانیوں سے میری انتہائی گزارش ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور کمیونٹی کا خوف کھانے کے بجائے اللہ اور آخرت کا خوف کھائیں اور مرزا کی کتابوں کو خود سمجھ کر پڑھیں اور خود دیکھیں کہ مرزا قادیانی نے کس طرح اسلام کی روح اور بنیادی عقائد کو مسخ کیا ہے۔ یہ جاننے کے بعد آپ پر مکمل واضح ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام قبول کرلیں گے۔

ادارہ

اخبار الاحرار

مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

ایوانِ اقتدار قادیانیوں کی آماجگاہ بن چکا ہے

ملتان (۳؍جنوری) مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ کے ممتاز رہنما سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے رحیم یار خان، سید محمد کفیل بخاری نے ملتان اور مولانا محمد مغیرہ نے چناب نگر میں احتجاجی اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کی بحالی ملک کے اساسی نظریے کے عین مطابق ہے۔ اگر پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کرنے کے لیے کسی کمیٹی کی ضرورت نہیں تھی تو مذہب کا خانہ بحال کرنے کے لیے بھی کسی کمیٹی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ تاخیری حربے ہیں۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ تحریک آگے بڑھ رہی ہے جو کامیابی کی منزل تک پہنچے گی۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کا قلع قمع ہمارا اوّلین مقصد ہے۔

مجلس احرار اسلام کے مرکزی نائب صدر چودھری ثناء اللہ بھٹہ، سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد، سیکرٹری نشر واشاعت عبداللطیف خالد چیمہ، میاں محمد اویس اور چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ نے کہا ہے کہ ایوان اقتدار قادیانیوں اور دین دشمن لابیوں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ قومی خزانے سے قادیانیوں اور اسلام و ملک دشمن این جی اوز کو باقاعدہ سپانسر کیا جارہا ہے اور سرمایہ فراہم کرکے آگے لایا جارہا ہے تاکہ وہ قادیانیوں کا کیس لڑیں۔ مذہب کے خانہ کے بغیر پاسپورٹ کی وجہ سے کئی قادیانی حرمین شریفین گئے۔ جن میں ایک سرکاری افسر کی بیوی بھی شامل ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کی حمایت میں آنے والوں کو ماضی کی طرح منہ کی کھانی پڑے گی اور اگر تصادم ہوا اور حالات بگڑے تو ذمہ دار حکمران ہوں گے۔

مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس

لاہور (۹؍جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ تحریک تحفظ ختم نبوت کو منظم کرنے کے لیے اپنا تاریخی کردار ادا کرے گی اور اس امر پر پوری قوت صرف کی جائے گی کہ حکومت لاہوری و قادیانی مرزائیوں سے دستور کی تعمیل کرائے اور پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال کیا جائے۔ قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی زیر صدارت دفتر مرکزیہ نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقدہ مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ نئے پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کی عدم بحالی اور حکومت کی خطرناک حد تک قادیانیت نوازی کے خلاف کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت

کے مطالبات کی منظوری تک احتجاجی سلسلہ جاری رکھا جائے گا اور آخری فتح ان شاءاللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ہوگی۔ اجلاس نے اس امر پر انتہائی غم وغصہ کا اظہار کیا کہ حکومت امریکی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے پاکستان کو مکمل طور پر لادین ریاست بنانے کی طرف بڑھ رہی ہے اور تمام دین دشمن قوتوں خصوصاً قادیانیوں کو نوازا جارہا ہے اور ان کی ارتدادی سرگرمیوں کو این جی اوز کے خوبصورت غلاف میں پیش کر کے ملک کے اساسی نظریے سے غداری کی جارہی ہے۔ اجلاس میں مرکزی نائب امیر چودھری ثناءاللہ بھٹہ، سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد، عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس، چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ، محمد عمر فاروق، مولانا محمد مغیرہ، صوفی نذیر احمد، مولانا عبدالنعیم نعمانی اور صوفی غلام رسول نیازی نے شرکت کی۔

ایک قرارداد میں ضلع کونسل ملتان کو پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بحالی کی قرارداد منظور کرنے پر اسے سراہا اور ملک بھر کی ضلع کونسلوں کو اس کی تقلید کرنے کی پرزور اپیل کی۔ تعلیمی بورڈوں کو آغا خان فاؤنڈیشن کے ماتحت کرنے کی پالیسی کو اجلاس میں پاکستان کی نظریاتی اساس کے انہدام کے مترادف قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ پاکستان کی دینی شناخت کا تحفظ ہر صورت برقرار رکھا جائے۔ اجلاس نے بالاتفاق مخلوط انتخابی فہرستوں کی تیاری کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ ماضی کی طرح اب بھی غیر مسلم اقلیتوں کے لیے علیحدہ انتخابی فہرستیں شائع کی جائیں۔ ایک اور قرارداد میں اجلاس نے اسلامی شعائر پردہ، داڑھی کے خلاف صدر پرویز مشرف کے بیانات کو دینی اہانت قرار دیا۔ نیز قانون توہین رسالت ﷺ اور حدود آرڈیننس پر حکومت کی مجوزہ ترامیم کی شدید مذمت کی گئی اور حکومت کو انتباہ کیا گیا کہ وہ چودہ سو سال سے امتِ مسلمہ کے متفقہ دینی عقائد اور واضح قرآنی احکامات میں دخل اندازی اور توہین آمیز رویہ سے باز رہے۔

مجلس عاملہ نے بھارت کے ساتھ تعلقات کے فروغ کی آڑ میں مسئلہ کشمیر پر پچپن سالہ اجتماعی موقف سے شرمناک پسپائی کو قومی المیہ اور بین الاقوامی رسوائی سے تعبیر کیا اور بالاتفاق ایسے شرمناک ہتھکنڈوں کو کشمیری مسلمانوں کے ساتھ بے وفائی کا بیرونی ایجنڈا قرار دیتے ہوئے مطالبہ کیا کہ کشمیریوں کے حق خودارادیت اور ان کی ان گنت قربانیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسئلہ کشمیر کا آبرومندانہ حل نکالا جائے۔ عراق اور افغانستان میں بے گناہ مسلمانوں کے قتل عام کی مذمت کرتے ہوئے مجلس عاملہ نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی مسلم کش کارروائیوں کی روک تھام کے لیے اسلامی ممالک کے سربراہوں سے مشترکہ اور دوٹوک لائحہ عمل اختیار کرنے کی اپیل کی۔ ایک قرارداد میں گلگت میں فسادات کی مذمت کرتے ہوئے عدالتی کمیشن کے قیام کا مطالبہ کیا گیا۔

مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے بتایا کہ اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا ہے کہ مارچ ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کے شہداء کی یاد میں آئندہ مارچ اور اپریل میں ملک بھر میں شہدائے ختم

نبوت کانفرنسیں منعقد کی جائیں گی اور فتنہ ارتداد مرزائیہ کی تباہ کاریوں سے امت مسلمہ کو بچانے اور دنیا کو قادیانیوں کے دجل وفریب سے آگاہ کرنے کے لیے مختلف زبانوں میں وسیع پیمانے پر لٹریچر شائع کیا جائے گا۔انہوں نے بتایا کہ اجلاس نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ امریکی و یہودی مصنوعات کے ساتھ ساتھ قادیانی مصنوعات کا بھی مکمل بائیکاٹ کریں اور مرزائیوں کے سوشل بائیکاٹ کی باقاعدہ مہم چلائی جائے۔انہوں نے کہا کہ اجلاس نے چناب نگر سمیت ملک بھر میں امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کی صورتِ حال کو انتہائی غیر تسلی بخش قرار دیتے ہوئے اس امر پر تشویش ظاہر کی کہ قادیانی سرعام اسلامی شعائر اور علامات استعمال کر رہے ہیں۔جس سے مسلمانوں میں اشتعال اور ردّعمل بڑھ رہا ہے جبکہ سرکاری انتظامیہ مسلسل خاموش تماشائی بن کر حالات کو خراب کرنے کا سبب بن رہی ہے۔

اجلاس نے مطالبہ کیا کہ اینٹی قادیانی ایکٹ پر موثر عمل درآمد کرایا جائے ورنہ ہولناک کشیدگی جنم لے گی۔اجلاس نے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر بھی غور وخوض کیا اور مطالبہ کیا کہ قانون کے مطابق اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں اور مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔نیز حکومت اسلامی نظریاتی کونسل کے آئینی کردار کو غیر موثر اور ختم کرنے سے باز رہے۔

ختم نبوت رابطہ کمیٹی کا اجلاس:

لاہور(۹رجنوری)کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی رابطہ کمیٹی کا اجلاس کمیٹی کے سربراہ حافظ حسین احمد (ایم این اے) کی صدارت میں دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور میں منعقد ہوا۔شرکاء اجلاس نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بحالی کے لیے جدوجہد جاری رکھی جائے گی۔۱۴رجنوری کے جمعہ کو ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے ہوں گے۔پشاور میں مولانا فضل الرحمٰن، اسلام آباد میں قاضی حسین احمد، کوئٹہ میں حافظ حسین احمد، کراچی میں قاری گل رحمٰن اور لاہور میں لیاقت بلوچ احتجاجی مظاہروں کی قیادت کریں گے۔نیز عیدالاضحیٰ کے اجتماعات میں بھی احتجاج کیا جائے گا اور اجتماعی دعا کی جائے گی۔

اجلاس میں ارکان کمیٹی کے علاوہ مختلف دینی جماعتوں کے لاہور میں موجود رہنماؤں نے بھی مولانا اللہ وسایا کی خصوصی شفقت ودعوت پر شرکت کی۔شرکاء میں صاحبزادہ عزیز احمد، قاری گل رحمٰن، حافظ ریاض درانی، سید محمد کفیل بخاری محمد خان لغاری، سید ضیاء اللہ شاہ، قاری نذیر احمد، مولانا محمد الیاس چنیوٹی اور دیگر کئی حضرات نے شرکت کی۔۱۰رجنوری کو پریس کلب لاہور میں حافظ حسین احمد نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔جس میں کم وبیش یہی حضرات شریک ہوئے۔

حافظ صاحب نے کہا کہ حکومت ہمارے مطالبات تسلیم کرنے کی بجائے قادیانیت نوازی کر رہی ہے۔ہم اپنے مطالبات تسلیم ہونے تک تحریک جاری رکھیں گے اور عید کے بعد تحریک کو مزید موثر بنایا جائے گا۔

حکومت پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کے اندراج میں تاخیری حربے استعمال کر رہی ہے

بورے والا (۱۳؍جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری نشر واشاعت اور کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ حکمران پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بحالی کے حوالے سے ٹال مٹول کی پالیسی اور تاخیری حربے استعمال کر کے قادیانیوں کے ارتدادی مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں۔ جس سے قوم میں ردِ عمل اور اشتعال بڑھ رہا ہے۔

وہ گزشتہ روز احرار رہنما مولانا عبدالنعیم نعمانی کی رہائش گاہ پر ایک پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔ اس موقع پر مقامی احرار رہنما صوفی عبدالشکور احرار اور نوید احمد بھی موجود تھے۔ خالد چیمہ نے کہا کہ موجودہ حوالے سے تحریک آگے بڑھے گی جبکہ حکمران ٹیم سمجھ رہی ہے کہ تحریک کمزور پڑ جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ ایوانِ اقتدار کے اِردگرد قادیانیوں اور لادین لابیوں نے گھیرا خاصا تنگ کر رکھا ہے۔ سرکاری وسائل سے فتنۂ ارتداد کو پرموٹ کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نئے پاسپورٹ کے سرورق سے انگریزی میں ''اسلامک ری پبلک آف پاکستان'' اور مذہب کا خانہ حذف کرنا تاریخ کی بدترین قادیانیت نوازی اور دوقومی نظریے کا قتل ہے جس کا مقصد حرمین شریفین میں داخلے کے لیے قادیانیوں کو راستہ دینا ہے۔

انہوں نے الزام عائد کیا کہ ۴؍دسمبر ۲۰۰۴ء کو واشنگٹن میں سکہ بند قادیانی ڈاکٹر مبشر احمد جو صدر بش کے مشیر بھی ہیں، کے گھر پر چودھری شجاعت حسین کی موجودگی میں صدر پرویز مشرف نے قادیانیوں کے ایک بڑے اجتماع میں شرکت کی۔ ڈاکٹر مبشر کی اہلیہ سعدیہ چودھری، پنجاب حکومت کی مشیر تعلیم ہیں اور صہبا مشرف سے رشتے داری کا دعویٰ بھی کرتی ہیں جبکہ ڈاکٹر مبشر بش کے مشیر اور قادیانی ہونے کے ناتے امریکی مفادات کے تابع مسلمانوں کے خلاف گھناؤنی سازشوں میں مصروف ہیں۔

انہوں نے کہا کہ امسال تین ہزار قادیانیوں کو ایک خطرناک منصوبہ بندی کے تحت قادیان (انڈیا) بھیجا گیا اور بھارت کے لیے قادیانی جاسوسی نظام کو سرکاری طور پر تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکی سفیر پاسپورٹ میں مذہب کے کالم کے حوالے سے موجودہ تحریک کے دبانے کے لیے ہمارے مذہبی اور اندرونی معاملات میں جارحانہ مداخلت کر رہے ہیں۔ وردی کا مسئلہ ہو تو امریکہ کہتا ہے کہ یہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے اور مذہب کے خانہ کے حوالے سے مداخلت وہ اپنا حق سمجھتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکمرانوں کی امریکی تابعداری نے دین دشمنوں کو ریلیف دیا ہے جبکہ نظریاتی کام کرنے والوں کا راستہ مسدود کیا جا رہا ہے۔

انہوں نے مطالبہ کیا کہ امریکی سفیر کو ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر ملک بدر کیا جائے۔ انہوں نے بتایا کہ

۱۴؍جنوری کو اسلام آباد، پشاور، لاہور، کراچی اور کوئٹہ میں بڑے احتجاجی مظاہرے ہوں گے۔ جبکہ عیدالاضحیٰ کو ''یومِ دعا'' کے طور پر منایا جائے گا۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ تمام مکاتیب فکر اور دینی جماعتیں ''کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کے پلیٹ فارم پر پوری طرح متحد ہیں اور متفقہ طور پر تحریک ختم نبوت جاری ہے اور مطالبات کی منظوری تک جاری رہے گی۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مرتد کی شرعی سزا اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں نافذ کی جائے۔ قادیانی جماعت کو خلافِ قانون قرار دیا جائے' قادیانی اخبارات و رسائل کے ڈیکلریشن منسوخ کئے جائیں اور چناب نگر سمیت پورے ملک میں امتناعِ قادیانیت ایکٹ پر مؤثر عمل درآمد کرایا جائے۔ انہوں نے بتایا کہ عیدالاضحیٰ کے بعد ملک کے طول و عرض میں ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کی جائیں گی۔ علاوہ ازیں عبداللطیف خالد چیمہ نے بورے والا جماعت کے تنظیمی امور کا جائزہ لیا اور جدید رکنیت و معاونت سازی کے کام کو تیز کرنے کی ہدایت جاری کی۔

ضلع کونسل ملتان کے ارکان کو مبارک باد:

بورے والا (۱۳؍جنوری) مجلس احرار اسلام کے رہنما مولانا عبدالنعیم نعمانی' صوفی عبدالشکور احرار اور نوید احمد نے ضلع کونسل ملتان کی طرف سے پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال کرنے کے لیے متفقہ قرارداد منظور کرنے کا خیر مقدم کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا ہے اور ملک بھر کی تمام ضلع کونسلوں سے اپیل کی ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے حلقوں میں اس بابت قرارداد منظور کروا کر دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں۔

☆......☆......☆

ملتان (۱۷؍جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری اور احرار رہنما عزیز الرحمٰن سنجرانی نے ضلع کونسل ملتان میں پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال کرنے کے حق میں متفقہ قرارداد منظور کرنے پر جناب حکیم محمود خان، جناب اللہ دتہ کاشف اور دیگر ارکانِ ضلع کونسل سے ملاقات کر کے انہیں مبارک باد دی اور شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے ملک کی دیگر ضلع کونسلوں کے ارکان سے درخواست کی کہ وہ بھی پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال کرنے کے قومی و دینی مطالبے کی حمایت میں قراردادیں منظور کریں۔

نیز سید محمد کفیل بخاری نے مسلم لیگ (ن) کے رکن پنجاب اسمبلی جناب نفیس احمد انصاری سے ایک ملاقات میں درخواست کی کہ وہ اس مسئلہ کو پنجاب اسمبلی میں اٹھائیں۔ چنانچہ جناب نفیس احمد انصاری نے گزشتہ دنوں پنجاب اسمبلی میں پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کے اندراج کے لیے باقاعدہ ایک قرارداد جمع کرادی ہے۔

پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بحالی کے لیے عید کے روز یوم دعا

ملتان (۲۳؍جنوری) کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مطالبات کی حمایت میں مجلس احرار اسلام نے

''یومِ دُعا'' منایا اور تحریک ختم نبوت کے مطالبات کی روشنی میں عید کے اجتماعات میں قراردادیں منظور کرائی گئیں۔

مجلس احرار اسلام کے قائد سید عطاء المہیمن بخاری نے چناب نگر، پروفیسر خالد شبیر احمد نے چنیوٹ، سید محمد کفیل بخاری اور سید محمد معاویہ بخاری نے ملتان، مولانا محمد احتشام الحق معاویہ نے کراچی، عبداللطیف خالد چیمہ اور مولانا منظور احمد نے چیچہ وطنی اور مولانا عبدالنعیم نعمانی نے بورے والا میں نمازِ عید اور جمعۃ المبارک کے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کی اسلام اور وطن دشمن سرگرمیوں کو پوری قوت کے ساتھ طشت از بام کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

احرار رہنماؤں نے اعلان کیا کہ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی عدم بحالی اور سرورق سے ''اسلامک ری پبلک آف پاکستان'' حذف کرنے کے خلاف احتجاجی سلسلہ جاری رہے گا اور تحریک اپنے منطقی انجام تک پہنچ کر رہے گی۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ نئے جاری شدہ پاسپورٹ کے ذریعے گزشتہ دنوں متعدد قادیانی عمرے کے ویزہ پر حرمین شریفین سے ہو کر آئے ہیں، جن میں اسلام آباد سے ایک سرکاری افسر کی بیوی بھی شامل ہے۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ حکمران قادیانیوں کے اکھنڈ بھارت کے عقیدے کو تقویت دینے کے لیے اقدامات کر رہے ہیں۔

اُدھر چیچہ وطنی میں پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بحالی کے لیے عید کی نماز کے بعد دو بڑے مظاہرے بھی کئے گئے۔ پہلا مظاہرہ مرکزِ احرار مسجد عثمانیہ کے باہر جبکہ دوسرا جامع مسجد کے سامنے کیا گیا، جن میں شہر کی دینی وسماجی شخصیات نے بھی شرکت کی۔ مظاہرین نے حکومت اور قادیانیوں کے خلاف اور مذہب کا خانہ بحال کرنے کے لیے سخت نعرے بازی کی اور مطالبہ کیا کہ قادیانی جماعت کو خلاف قانون قرار دیا جائے اور مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔ مظاہرین نے امریکہ اور اس کے حامی عناصر کے خلاف بھی نعرے بازی کی۔

قائدِ احرار کا دورہ ضلع وہاڑی: (رپورٹ: قاری گوہر علی)

کرم پور، میلسی (۲ر جنوری) قائدِ احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ مختصر تنظیمی دورہ پر ضلع وہاڑی تشریف لائے۔ مدرسہ ختم نبوت کرم پور میں احباب سے ملاقات کے دوران اُنہیں احرار کی تنظیم سازی کے لیے ہدایات جاری کیں نیز مدرسہ ختم نبوت کی تعمیر وترقی کے لیے مشاورت کی۔ اس مشاورت میں مدرسہ کے مدرس حافظ عبدالعزیز، صوفی محمد خالص اور دیگر احباب شریک تھے۔

وہاڑی شہر میں محمد سلطان، اورنگ زیب انصاری اور دیگر کارکنان سے ملاقات کے بعد چک نمبر ۸۸ گڑھا موڑ میں حافظ گوہر علی، میراں پور میں حافظ محمد اکرم احرار، ککری کلاں میں میاں ریاض احمد، محبت پور میں احمد حسن، خان پور منور علی اور احمد علی، قاری مختار احمد، کوٹلی جنید، ٹھل بوہڑ میں قاری محمد ادریس اور گڑھا موڑ میں صوفی رب نواز سیال سے ملاقاتیں کر کے جماعت کی رکنیت سازی کے لیے انہیں ہدایات دیں۔

برطانیہ میں مقیم پاکستانی مسلمانوں نے بھی پاکستانی پاسپورٹ میں مذہبی خانہ کی بحالی کا مطالبہ کر دیا

لندن (پ ر) ختم نبوت اکیڈمی کے ڈائریکٹر اور عالمی مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالرحمٰن باوا نے حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ مشین ریڈ ایبل پاکستانی پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ مطالبہ نہ صرف پاکستان میں کیا جا رہا ہے بلکہ برطانیہ میں آباد پاکستانی مسلمان بھی اس مطالبہ کے حق میں ہیں۔ انہوں نے یہ مطالبہ پاکستانی ہائی کمیشن کے ہیڈ آف چانسری مسٹر احمد وڑائچ سے ان کے دفتر میں ملاقات کے دوران کیا۔

انہوں نے کہا کہ میں برطانیہ میں آباد پاکستانی مسلمانوں کے اس سلسلے میں جذبات و احساسات سے آگاہ کرنے اور ان کی جانب سے احتجاج ریکارڈ پر لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے سیاسی عزائم نہیں ہیں۔ پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کی بحالی کا معاملہ ایک خالص دینی معاملہ ہے۔ اس مطالبہ کے حوالے سے کابینہ نے اس مسئلے کے حل کے لیے وزیر دفاع راؤ سکندر کی سربراہی میں جو کمیٹی بنائی تھی' اس کا ابھی تک ایک اجلاس منعقد ہوا ہے لیکن وہ اجلاس بھی کسی فیصلے کے بغیر ختم ہو گیا اور معاملہ آئندہ اجلاس پر چھوڑ دیا گیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے کو سرد خانے میں ڈال دیا گیا ہے۔

انہوں نے بتایا کہ تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام اور پاکستانی مذہبی و دینی تنظیموں کا اجلاس عنقریب بلایا جا رہا ہے۔ جس میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل پر غور کیا جائے گا۔ اس اجلاس میں پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال نہ ہونے کی صورت میں آئندہ کے لائحہ عمل پر بھی غور کیا جائے گا۔ ہیڈ آف چانسری نے یقین دلایا کہ آپ کے جذبات کو حکومتِ پاکستان تک پہنچائیں گے۔ مولانا عبدالرحمٰن باوا نے دفتر ختم نبوت اکیڈمی کو برطانیہ بھر سے موصول ہونے والی احتجاجی پٹیشن ہیڈ آف چانسری کے حوالہ کیں۔

رپورٹ: سید صبیح الحسن ہمدانی
مرکزی کنونیئر: شُبانِ احراراسلام

دوسری سالانہ
''شُبانِ احراراسلام کانفرنس''

گزشتہ سے پیوستہ سال (۲۰۰۳ء) لاہور میں مجلس احراراسلام سے وابستہ بچوں اور نوجوانوں کی تنظیم ''شبانِ احراراسلام'' کی پہلی سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اکابرِ احرار کی مشاورت سے دوسری کانفرنس کا انعقاد ستمبر میں مرکزِ احرار دارِ بنی ہاشم ملتان میں کرنے کا فیصلہ ہوا۔ بعض ناگریز وجوہ کی بنا پر یہ کانفرنس ستمبر میں نہ ہوسکی۔ اس کا انعقاد ۲۹، ۳۰، ۳۱ر دسمبر ۲۰۰۴ء میں ہوا۔ اس کا ایک حوالہ یہ بھی تھا کہ ۲۹ر دسمبر کو مجلس احراراسلام کے قیام کے پچھتر (۷۵) سال پورے ہو رہے تھے۔ اس سلسلے میں جوش و جذبے اور محنت کے ساتھ تیاری کی گئی۔ منتظمین نے اپنی تمام تر صلاحیتیں کانفرنس کی کامیابی کے لیے صرف کر دیں۔ کانفرنس ہال (جامع مسجد ختم نبوت) کو رنگ برنگے بینرز سے سجایا گیا۔ جن پر یہ تحریرات درج تھیں:

☆ ''مخلوق میں جب تک خالق کا نظام نہیں چلایا جائے گا' دنیا میں امن نہ ہوگا۔'' (امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ)

☆ ''صحابہ ؓ معیارِ حق اور آبروئے رسول ﷺ ہیں۔'' (مجددِ احرار سید ابوذر بخاریؒ)

☆ ''نوجوانو! اپنے تہذیبی اور اعتقادی ورثے کی حفاظت کرو۔ اسلامی انقلاب ہماری منزل ہے۔''
(محسن احرار سید عطاء المحسن بخاریؒ)

ہیں احرار پھر تیز گام اللہ اللہ
ہوئی تیغِ حق بے نیام اللہ اللہ

سٹیج کے اوپر ایک خوبصورت بنیر لگایا گیا تھا جس پر ''ان الحکم الا للہ'' اور یہ شعر لکھا ہوا تھا:

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

۲۸ر دسمبر ۲۰۰۴ء کو قافلوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔ شُبانِ احراراسلام کے مستعد و مخلص کارکنوں (سید عطاء المنان بخاری، اخلاق احمد، محمد نعمان سنجرانی، عبدالباسط، سلمان جیلانی، محمد سلیمان یمنیؔ، محمد طیب اور فرحان الحق) نے آنے والے قافلوں کا استقبال کیا۔ پہلا قافلہ مدرسہ معمورہ' معاویہ نگر (مظفر گڑھ) کے طلباء پر مشتمل قاری عبدالرزاق ارشدؔ کی قیادت میں پہنچا۔ اس کے بعد باقی قافلے بھی آنا شروع ہوگئے۔ مختلف شہروں سے آئے ہوئے قافلوں کے لیے نیو کیمپس

مرکزِ احرار میں الگ الگ کمرے مختص کئے گئے تھے۔کمروں کے باہر مختلف شہروں کے نام لکھے گئے تھے اور مختلف دروازوں کو کسی نہ کسی نام سے موسوم کیا گیا تھا۔جن پر ایک یا دو اشعار بھی برمحل لکھے گئے تھے۔

☆**بابِ مجلس احرار اسلام:**

ہر چند بگولہ مضطر ہے ایک جوش تو اس کے اندر ہے
ایک رقص تو ہے ایک وجد تو ہے بے چین سہی برباد سہی

☆**بابِ شُبانِ احرار اسلام:**

اٹھو نیند کے ماتو ظلمت لگی ہے ہارنے
زندگی کا صُور پھونکا ہے مجلس احرار نے

☆**بابِ مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ:**

عشق میں رومی ،فکر میں رازی ،عزم کا منبع ،جہد کا حاصل
حسن عمل کا گوہر یکتا ،علم و نظر کا جلوۂ کامل
اس کی روش سے گردش دوراں اپنے کئے پر آپ پشیماں
اس کی صدا سے سربگریباں شورش گیتی لشکر باطل

☆**بابِ مجددِ احرار سید ابوذر بخاریؒ:**

نخیل کہنہ کے سائے میں ایک مردِ فقیر
نئے زمانوں کی جس کے نفس نفس سے نمود

☆**بابِ محسنِ احرار سید عطاء المحسن بخاریؒ:**

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

کانفرنس کا آغاز ۲۹؍دسمبر بروز بدھ مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کے متعلم قاری عمر حیات کی تلاوت سے ہوا۔تلاوت کے بعد جامع مسجد نشتر میڈیکل کالج ملتان کے خطیب اور ماہر علومِ عربیہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ہاشمی نے درسِ قرآن کریم ارشاد فرمایا۔اندازِ بیان انتہائی سادہ اور لہجہ پر اثر تھا۔انہوں نے قرآنِ مجید میں مذکور انبیاء وحکماء کے ارشادات بطور نصیحت کے بیان فرمائے۔ان کے خطاب کے بعد ناشتے کا پرتکلف اہتمام کیا گیا تھا۔اور ناشتے سے فراغت کے بعد مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل جناب پروفیسر خالد شبیر احمد کا خطاب بعنوان ''اکابرِ احرار کے حالات و

واقعات'' ہوا۔اکابرِاحرار کی سیرت کی روشنی میں لائحہ عمل کا تعین انہوں نے کچھ اس انداز سے کیا کہ ''شُبان'' میں ایک جوش ایک ولولہ اور ایک جذبہ پیدا ہوگیا۔

۲۹ر دسمبر کو اُم الجماعت مجلس احرارِ اسلام کے صبر و ہمت اور جرأت و استقامت کے ۷۵ سال مکمل ہوئے۔یومِ تاسیس کے موقع پر قائدِ احرار ابن امیر شریعت، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے مجلس احرارِ اسلام اور شُبانِ احرارِ اسلام کے پرچم لہرائے۔پرچم کشائی کی تقریب بڑی منظم اور مؤثر تھی۔تمام شبان قطاروں میں کھڑے تھے۔جناب پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس، جناب عبدالکریم قمر اور دیگر رہنماؤں کی موجودگی میں حضرت قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے پرچم کی رسی کھینچنی شروع کی۔سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر کہہ کر انہوں نے پرچم لہرایا۔اور پھر فضا ختم نبوت زندہ باد، مجلس احرار زندہ باد، شہداء ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔یہ منظر بہت ہی متاثر کن تھا۔

اگلے مرحلے میں مقابلۂ حسن قرأت شروع ہوا۔جناب قاری محمد طاسین (جامعہ صوت القرآن ملتان)، جناب قاری محمد قاسم (دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی) اور جناب قاری رضا محمد (مدرسہ معمورہ صادق آباد) منصفین تھے۔اس مقابلے کے لیے طلباء نے سخت محنت کی تھی۔دورانِ تلاوت فضا پرنور اور سامعین ہمہ تن گوش تھے۔نماز مغرب کے بعد جامع مسجد احرار چناب نگر کے خطیب حضرت مولانا محمد مغیرہ کا بیان ہوا۔انہوں نے اپنے خطاب میں بتایا کہ وہ قادیانی مبلغین سے کیسے کیسے مکالمے کرتے ہیں اور ان کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔اس سلسلے میں انہوں نے بہت سے خوشگوار اور دلچسپ واقعات سنائے۔ان کے دلچسپ اور دلکش اندازِ بیان نے سب طلباء کے دل موہ لیے۔

اس کے بعد مقابلہ حمد و نعت و نظم ہوا۔منصفین کے فرائض جناب پروفیسر خالد شبیر احمد اور میاں محمد اویس نے انجام دیئے۔یہ مقابلہ مجموعی طور پر اچھا رہا۔اس کے بعد نبیرۂ امیر شریعت، ابن ابوذر حافظ سید محمد معاویہ بخاری (مدیر ماہنامہ ''الاحرار'') کا خطاب ہوا۔اُن کا عنوان ''عصر حاضر میں امتِ مسلمہ کو درپیش مسائل اور اُن کا حل'' تھا۔یہ اپنے مطالعے اور عالمی حالات سے باخبر ہونے کی وجہ سے مشہور ہیں۔اپنے موضوع اور سامعین کی ذہنی سطح کے مطابق بصیرت افروز اور چشم کشا حقائق پر مبنی گفتگو کرتے ہیں۔ان کا خطاب بہت زیادہ پسند کیا گیا۔

۳۰ر دسمبر بروز جمعرات ساڑھے نو بجے حضرت مولانا محمد مغیرہ کا بیان برائے مستورات ہوا۔ایک گھنٹہ جاری رہنے والا یہ بیان ان کا خطابتی شہ پارہ تھا۔انہوں نے عقیدۂ ختم نبوت قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان فرمایا۔جامعہ بستانِ عائشہ کی طالبات اور معلمات نے جامعہ میں اور شبان احرار نے مسجد کے ہال میں بیک وقت یہ خطاب سنا۔اس کے بعد مقابلۂ تقاریر ہوا۔جس کے منصفین جناب سید یونس الحسنی (ممتاز کالم نگار)، پروفیسر خالد شبیر احمد (سیکرٹری جنرل مجلس

احرار اسلام) اور میاں محمد اویس (ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان) تھے۔ یہ مقابلہ انتہائی کانٹے دار تھا۔ طلباء نے اس کے لیے خصوصی طور پر تیاری کی تھی۔ ظہر تا عصر مقابلہ مضمون نویسی منعقد ہوا۔ شبانِ احرار نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق خوب مضامین لکھے۔ اس کے منصفین جناب سید یونس الحسنی اور سید محمد کفیل بخاری تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد قائدِ احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے مجلس ذکر اور اصلاحی بیان کیا۔ عشاء کی نماز کے بعد عربی، پشتو اور انگریزی زبان میں تقریریں ہوئیں۔

اس کانفرنس کا خصوصی پروگرام جو بہت پسند کیا گیا وہ قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد اور میاں محمد اویس کے درمیان مذاکرہ تھا۔ اس مذاکرے کے میزبان اخلاق احمد، سلیمان یمنی اور راقم الحروف تھے۔ یہ مذاکرہ بے حد کامیاب اور مقبول ہوا۔ اس موقع پر جناب عبداللطیف خالد چیمہ (سیکرٹری اطلاعات مجلس احرار اسلام) اور جناب ڈاکٹر شاہد کاشمیری کی کمی شدت سے محسوس کی گئی۔ دونوں حضرات اپنی علالت کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے۔ ہر طالب علم نے اپنی مرضی کے سوالات کئے۔ تاریخ احرار، تحریک آزادی اور تحریکِ پاکستان میں احرار کا موقف، اکابر کے حالات، غرض ہر وہ بات جو مجلس احرار اسلام سے متعلق ہے، اس پر گفتگو ہوئی۔

۳۱ر دسمبر جمعۃ المبارک، کانفرنس کا آخری دن تھا۔ صبح سے بارش بھی جاری تھی۔ ناشتے سے فراغت کے بعد شبانِ احرار اسلام کی ۲۰ رکنی مرکزی شوریٰ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اراکینِ شوریٰ کے نام یہ ہیں:

سید عطاء المنان بخاری، سید صبیح الحسن ہمدانی، فرحان الحق حقانی، اخلاق احمد، قاری عطاء المحسن، محمد انور، محمد ناصر، محمد راشد، عطاء المحسن، مطلوب حسین، عبدالوحید، عمر فاروق، محمد رمضان، محمد مبارک، عبدالمجید انور، محمد حسنین، محمد بلال معاویہ، محمد زبیر اور عمر فاروق۔ مجلس شوریٰ کے قیام کے بعد مرکزی انتخابات ہوئے۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

مرکزی کنونیئر: سید صبیح الحسن ہمدانی (ملتان)

ناظم اعلیٰ: قاری عطاء المحسن (لاہور)

نائب ناظم اعلیٰ: عبدالوحید (چیچہ وطنی)

ناظم نشر واشاعت: عبدالمجید انور (چناب نگر)

انتخابات کے بعد حسن کارکردگی دکھانے والے طلباء کو انعامات دیئے گئے۔ نتائج کی تفصیل درج ذیل ہے:

عنوانات مقابلہ	اوّل	دوم	سوم	حوصلہ افزائی	خصوصی انعام
حسن قرأت	سید عطاء المنان بخاری (ملتان)	عمر حیات (چناب نگر)	محمد مغیرہ (چیچہ وطنی)	اختر عبدالرحمٰن، سلمان سعید (ملتان)	محمد بلال معاویہ (معاویہ نگر، مظفر گڑھ)

عنوانات مقابلہ	اوّل	دوم	سوم	حوصلہ افزائی	خصوصی انعام
حمد و نعت و نظم	محمد ناصر (لاہور)	محمد فاروق احمد (بیٹ میر ہزار،مظفرگڑھ)	محمد صدیق (چناب نگر)	محمد بلال معاویہ (معاویہ نگر،مظفرگڑھ)	سید عطاء المنان بخاری (ملتان)
تقاریر (بڑے لڑکے)	فرحان الحق حقانی (ملتان)	محمد سلمان جیلانی (ملتان)	سید صبیح الحسن ہمدانی (ملتان)	سید عطاء المنان بخاری (ملتان)	عبدالوحید (چیچہ وطنی)
تقاریر (چھوٹے لڑکے)	عمر فاروق (چیچہ وطنی)	محمد اعظم (چیچہ وطنی)	محمد مغیرہ (چیچہ وطنی)	محمد ظفر (چناب نگر)	محمد بلال معاویہ (معاویہ نگر،مظفرگڑھ)
مضمون نویسی	مطلوب حسین (چیچہ وطنی)	محمد طیب معاویہ (ملتان)	عبدالوحید چیچہ وطنی	عبدالماجد (معاویہ نگر،مظفرگڑھ)	....

مقابلۂ تقاریر (بزبانِ عربی، انگریزی، پشتو):

عربی: سید صبیح الحسن ہمدانی (ملتان)

عربی: مطلوب حسین (چیچہ وطنی)

انگریزی: چودھری امان اللہ سندھو (ملتان)

انگریزی: عطاء المحسن (مظفرگڑھ)

پشتو: محمد شریف خان (ملتان)

پوزیشن حاصل کرنے والے تمام شرکاء کو نقد اور کتابوں کی صورت میں انعامات دیئے گئے۔ یہ انعامات حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے تقسیم فرمائے۔

حاصل کردہ انعامات کی تفصیل:

ملتان:۱۳ چیچہ وطنی:۸ مظفرگڑھ:۶ لاہور:۱

تقسیم انعامات کے بعد حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری کی دعا کے ساتھ کانفرنس کا اختتام ہوا۔ خرابیٔ موسم کے باعث سیر و تفریح ممکن نہ تھی۔ لہٰذا ساتھیوں کو مزاراتِ خانوادۂ امیر شریعت کی زیارت اور فاتحہ پر اکتفا کرنا پڑا۔ جمعتہ المبارک کے بعد قافلے واپس روانہ ہو گئے۔

اے ہم نفسانِ محفلِ ما
رفتید ولے نہ از دلِ ما

ادارہ

مسافرانِ آخرت

عبدالحفیظ رضا پسروری مرحوم:

مجلس حرارِ اسلام کے قدیمی کارکن، تحریک تحفظِ ختم نبوت کے مجاہد اور حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے عقیدت مند تھے۔ مرحوم طویل عرصہ سے علیل تھے مگر اپنی علالت وضعف کے باوجود ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہے۔ ۳۰ر دسمبر ۲۰۰۴ء بروز جمعرات لاہور میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بچپن سے ہی مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے۔ قیام پاکستان سے قبل پسرور ضلع سیالکوٹ میں احرار سٹوڈنٹس فیڈریشن قائم کی۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اور دیگر اکابر احرار کو پسرور بلاتے اور جلسوں کا اہتمام کرتے۔ اکابر احرار کی صحبت کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کا ذوق پیدا ہوا۔ شورش کاشمیری مرحوم اور جانباز مرزا مرحوم کے ہفت روزہ ''چٹان'' اور ماہنامہ ''تبصرہ'' میں لکھنے کا موقع ملا اور نکھرتے چلے گئے۔ سائیں محمد حیات پسروری مرحوم، جوہر جہلمی مرحوم، حافظ ابراہیم خادم مرحوم، سید امین گیلانی، مولانا مجاہد الحسینی اور دیگر رفقاء کا اکثر ذکر کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے۔ احرار سے ان کی وابستگی لازوال تھی۔ وہ آخر دم تک احرار میں شامل رہے۔ اکثر دفتر احرار لاہور میں تشریف لاتے۔ ابنِ امیر شریعت حضرت سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ سے ملتے تو ان کا مخلصانہ اور والہانہ انداز قابل دید ہوتا۔ راقم (سید محمد کفیل بخاری) عرصہ پچیس برس سے ان سے متعارف ہے۔ اکثر ان کے ہاں حاضری ہوتی اور اکابر احرار کی انمول یادوں سے وہ محفل کو سجا دیتے۔ مرحوم اچھرہ کے قبرستان میں سپردِ خاک ہوئے۔ ایک مخلص، وفادار، صابر وشاکر اور وضع دار انسان تھے۔ ان کے برادر بزرگ جناب عبدالرشید صاحب، ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کو جو گہرا صدمہ ہوا ہے اس کی تلافی ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور حسنات قبول فرمائے۔ نیز پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

رفیق غلام ربانی مرحوم:

تحریک آزادی کے معروف کارکن اور مجلس احرار اسلام کے بزرگ رہنما رفیق غلام ربانی ۱۳ر جنوری ۲۰۰۵ء کو راولپنڈی میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر ۷۶ برس کے لگ بھگ تھی۔ مرحوم کا شمار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا گل شیر شہید کے قریبی ساتھیوں میں ہوتا تھا۔ رفیق غلام ربانی مرحوم نے آزادیٔ وطن اور ختم نبوت کی تحریکوں میں نمایاں کردار ادا کیا اور بار بار قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزرے۔ انہیں ۲۰ر جنوری بروز جمعہ ان کے آبائی قبرستان تلہ گنگ میں سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ رفیق غلام ربانی مرحوم تلہ گنگ کے نام ور قانون دان فیض الحسن فیضی ایڈووکیٹ کے والد جبکہ حاجی محمد اسحٰق کمیشن ایجنٹ غلہ منڈی اور محمد سلیم اختر کے بھائی اور معروف

کالم نگار محمد عمر فاروق کے ماموں تھے۔ان کی وفات پر مجلس احرار اسلام کے قائد سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری اور عبداللطیف خالد چیمہ نے گہرے صدمے اور غم کا اظہار کیا ہے۔

اہلیہ مرحومہ، حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمہ اللہ:

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کے جانشین حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ کی اہلیہ ۱۰رذوالحجہ ۱۴۲۵ھ ۲۱رجنوری ۲۰۰۵ء کو سرگودھا میں انتقال کر گئیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ، جناب عبدالقادر، جناب حبیب احمد اور جناب محمد ظفر کی والدہ تھیں۔طویل عرصہ سے علیل تھیں۔انہوں نے تمام عمر صبر وشکر اور عبادت میں گزاری۔ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری چناب نگر سے نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمہ اللہ کے متوسلین کے علاوہ دینی حلقوں کی ایک کثیر تعداد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔اللہ تعالیٰ اُن کے حسنات قبول کر کے مغفرت فرمائے اور درجات بلند اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔آمین!

☆ہمارے دیرینہ کرم فرما اور محبّ جناب مولانا سیف الرحمٰن (مقیم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ) کی ہمشیر صاحبہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔

☆مجلس احرار اسلام ملتان کے رہنما جناب صوفی نذیر احمد کے بھتیجے محمد ابوبکر ۱۹رجنوری کی رات ٹریفک کے ایک حادثے میں انتقال کر گئے۔

☆ملتان میں ہمارے دیرینہ کرم فرما اور شفیق دوست جناب حافظ ارشاد احمد، روجھان (بلوچستان) میں ٹریفک کے ایک حادثے میں انتقال کر گئے۔مرحوم انتہائی مخلص اور وضع دار تھے۔

☆مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے رہنما جناب مولوی بلال احمد کے بھائی فقیر غلام رسول ۳ردسمبر ۲۰۰۴ء انتقال کر گئے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔آمین! (ادارہ)

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
0641-462501
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان

ساغر اقبالی

آخری صفحہ

''گدھا گاڑی میں عموماً دو گدھے ہوتے ہیں۔ایک تو اصلی گدھا ہوتا ہے جو گاڑی کو کھینچتا ہے اور دوسرا ''محض گدھا'' ہوتا ہے۔یہ اصلی گدھے کے ساتھ دوڑتا ہے۔پہلے تو ہم سمجھے کہ گاڑی میں ایک ہی گدھا کافی ہے۔دوسرے کی تو یارلوگ یوں ہی ''پخ'' لگاتے ہیں۔لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ دوسرا گدھا ''تربیت'' اور ''تعلیم'' کے لیے گاڑی سے بندھا رہتا ہے۔تین سال تک یہ تعلیم حاصل کرتا ہے اور پھر اعلیٰ تعلیمی ڈگری لے کر اپنی گاڑی آپ چلاتا ہے اور ایک ''نئے شاگرد پیشہ'' کی تعلیم وتربیت میں منہمک ہو جاتا ہے۔

میں سوچتا ہوں کہ اگر ایک ایک پڑھا لکھا شخص ایک ایک جاہل کو اسی طرح پڑھاتا تو آج ہمارے ملک میں تعلیم عام ہو جاتی اور لوگ بجائے انگوٹھا لگانے کے دستخط کرتے۔بہر حال پہلے سال گدھا نمبر۲ محض گدھا رہتا ہے۔دوسرے سال وہ پچاس فیصدی گدھا بن جاتا ہے یعنی اگر کسی موڑ پر دائیں یا بائیں مڑنا ہو تو وہ ''ہینڈل'' کا کام دیتا ہے اور کبھی کبھی وہ ''بریک'' کی جگہ بھی استعمال ہوتا ہے۔دو سال میں وہ ''بی اے'' یعنی (BIG-ASS) بن جاتا ہے۔پھر وہ ''ایم اے'' پاس کرتا ہے۔یعنی (MASTER ASS) ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی اصل گدھے کی جگہ لیتا ہے۔اس کے بعد وہ گدھا نمبر ا یعنی مکمل گدھا بن جاتا ہے اور زندگی کی دوڑ میں حصہ لیتا ہے، کام کرتا ہے، مار کھاتا ہے مگر بڑھتا چلا جاتا ہے۔جب تک موت کی منزل نہیں آتی۔

امریکہ کا گدھا ہو یا روس کا، انگلستان کا گدھا ہو یا ہندوستان کا، افریقہ کا ہو یا حجاز کا، ایران کا ہو یا خراسان کا، یا پاکستان کا، وہ کہیں کا ہو۔یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ وہ گدھا ہے۔گدھوں میں رنگ یا نسل کا کوئی فرق نہیں۔ان میں گورے کالے کی کوئی تمیز نہیں۔سب گدھے بھائی بھائی ہیں۔دنیا کی تاریخ میں بڑے بڑے انقلاب آئے لیکن گدھے کی فطرت میں کوئی انقلاب نہیں آیا۔

ہندوستان اور پاکستان آزاد ہو گئے۔لیکن گدھے ابھی تک غلام ہیں۔وہ ہمیشہ غلام رہے۔وہ ہمیشہ غلام رہیں گے...... ''جشنِ آزادی'' کے بعد بھی یہ گدھے اسی طرح بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں جس طرح کل اٹھائے پھرتے تھے......!

یہ گدھے جو کل بھی گدھے تھے۔کہتے ہیں کہ ہم اس وقت بیدار ہوں گے جب ''دجال'' گدھے پر سوار ہو کر آئے گا۔یہ گدھے...... کسی کے منتظر ہیں لیکن بیدار ہو کر یہ گدھے نہیں رہیں گے...... بلکہ انسان بن جائیں گے۔''

(''مجید لاہوری''۔از شفیع عقیل۔ص ۱۳۶، ۱۳۹، ۱۴۰)

تحفظ ختم نبوت کانفرنس

(27)
ستائیسویں
سالانہ دوروزہ

11 / 12 ربیع الاوّل 1426ھ

جامع مسجد احرار چناب نگر

زیرِ صدارت

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی

سیّد عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

امیر مجلس احرار اسلام

قائدینِ احرار اور دیگر رہنما بارگاہِ رسالت مآب ﷺ
میں ہدیہ عقیدت و محبت پیش کریں گے

11 ربیع الاوّل

پہلی نشست: بعد ظہر تا عصر
دوسری نشست: بعد از عشاء

12 ربیع الاوّل

درسِ قرآن کریم: بعد نمازِ فجر
تقاریر: 11 بجے تا ظہر

جلوس

حسب سابق بعد از ظہر: سرخ پوشانِ احرار کا عظیم الشان جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوگا
دوران جلوس مختلف مقامات پر زعمائے احرار بصیرت افروز خطاب فرمائیں گے

شعبۂ نشر و اشاعت تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ:— چناب نگر: 04524-211523 ملتان: 061-4511961 لاہور: 042-5865465 چیچہ وطنی: 0445-482253 کراچی: 0300-2862820

Monthly"Naqeeb-e-Khatm-e-Nabuwwat"Multan.Regd.M.No.32

حکومت کی طرف سے پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کرنے پر پوری قوم

سراپا احتجاج

- یہ حرکت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے کے مترادف ہے۔
- پاکستان کے اسلامی تشخص کی نفی اور دوقومی نظریے کا قتل ہے۔
- قادیانیوں کے حرمین شریفین میں داخلے کی گھناؤنی سازش ہے۔
- قادیانیوں کے ارتدادی مفادات کا تحفظ ہے۔
- یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کا گھٹیا اقدام ہے۔

لیکن حکمران اس مسئلے کو اہمیت دینے کے بجائے نظر انداز کر کے ٹال مٹول کے تاخیری حربے استعمال کر رہے ہیں، جس سے قوم میں اضطراب بڑھتا جا رہا ہے۔ لہٰذا ننانوے فیصد مسلمانانِ پاکستان کا پرزور مطالبہ ہے کہ

پاسپورٹ

میں **مذہب کا خانہ** فوری بحال کیا جائے اور پہلے سے جاری شدہ پاسپورٹس منسوخ کر کے ازسرِنو جاری کیے جائیں۔ پاسپورٹ کے سرورق پر "اسلامک ری پبلک آف پاکستان" درج ہوتا تھا، جو نئے پاسپورٹ سے حذف کر دیا گیا ہے، اس کو بحال کیا جائے۔

ورنہ **تحریک** جاری رہے گی

شعبہ نشریات — تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان